مناظرہ سنبھل و دروضلع مینی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۱۳۴۷ھ

صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضاخانی

طاہ

حصّہ دوم

مرتبہ

مولانا ابو المجاہد محمد عابد خلش

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

آئینہ کتاب

دیباچہ	۱۶۹
تمہید	۱۷۲
گلِ دیگر شگفت	۱۷۷
ابتدائی گفتگو	۱۸۱
آغازِ مناظرہ (مسئلہ علمِ غیب)	۱۸۶
مناظرہ کا دوسرا دن	۲۰۳
مناظرہ کا تیسرا دن	۲۳۹
تکملہ	۲۷۷
رضاخانی رویداد کے مضامین پر ایک نظر	۲۸۱

دیباچہ

باسمہٖ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً

سنبھل کا یہ مناظرہ جس کی روئداد کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایّدہ اللہ بنصرہٖ مناظر تھے۔ اور رضاخانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی رضاخانی جماعت کے نمائندہ اور وکیل ہوکر پیش ہوئے تھے۔ اہلسنت نے اس مناظرہ کی مکمل ومفصل روئداد اسی وقت شائع کردی تھی جس کی صحت کا اعتراف منصف مزاج مخالفین نے بھی کیا۔ مگر چونکہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اس لئے اس کی روئداد بھی بے حد مفید ثابت ہوئی۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا اور اب بعض احباب کے اصرار سے اس کو دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

یہ روئداد جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اور اس نے ہر صاحب بصیرت کے لئے سنبھل کے اس عظیم الشان اور معرکۃ الآرا۔ مناظرہ کا سچا فوٹو کھینچ کر دور دراز تک یہ غلغلہ بلند کردیا کہ رضاخانیوں کے پاس اپنے غیبیہ عقیدہ کے ثبوت میں ہکڑی کے جالے کے برابر قوت رکھنے والی بھی کوئی دلیل نہیں۔ اور اہلسنت کے پاس رضاخانیوں کے اس خانہ ساز عقیدہ کی تردید میں صدہا آیات و احادیث موجود ہیں۔ تو سنبھل و مرادآباد کے رضاخانیوں کو بھی لیپ روئداد گھڑنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ اور بالآخر مناظرہ سے چھ، سات مہینے کے بعد رضاخانی برادری کے بڑے بڑے پنچوں کے مشوروں اور کمیٹیوں کی ہدایتوں سے ایک روئداد تصنیف ہوئی جس کا خوبصورت سا نام "مذہبی دقائق کی روئداد مکمل" تھا۔ اس نام نہاد روئداد میں جس قدر بے ایمانی و دروغ بیانی سے کام لیا گیا تھا، حق یہ ہے کہ وہ ہمارے رضاخانی دوستوں ہی کا حصہ تھا جیسے ہی یہ مصنوعی روئداد شائع ہوئی اسی وقت .....

" دارالاشاعت " کی طرف سے ایک تنقیدی رسالہ " بارقۂ آسمانی " اس پر نازل کر دیا گیا۔ آسمانِ صداقت کی اس بارقہ (بجلی) نے اس شیطانی گورکھ دھندے کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور چھ، سات مہینے کی عرق ریزی و دماغ سوزی کے بعد جھوٹ اور گالیوں کی جو عمارت رضاخانی معماروں نے تیار کی تھی وہ بھک سے اڑ گئی اور باوجود زبردست مطالبہ کے آج تک (کہ چار سال گزرے) رضاخانیوں کی طرف سے اس رسالہ " بارقۂ آسمانی " کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ صدق اللہ عزوجل۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝[1] (الذاریات ۵۱۔ ۴۴۔ ۴۵)

اس دوسرے ایڈیشن کے حاشیہ میں جہاں کہیں رضاخانی روئداد پر ہم کوئی تنقیدی نوٹ لکھیں گے وہ اسی بارقۂ آسمانی سے ماخوذ ہوگا۔ اس دفعہ اس روئداد میں ایک مستقل تکملہ کا بھی اضافہ کیا جا رہا ہے جس میں ان دلائل کا مکمل جواب ہے جو رضاخانی روئداد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائے گئے ہیں یہ جوابات بھی " بارقۂ آسمانی " ہی سے ماخوذ ہیں۔

نیز اسی تکملہ میں رضاخانی روئداد نویس مولوی اجمل علی خان صاحب سنبھلی کا ایک پراسرار گرفتار شدہ خط بھی درج ہے جس نے ان کی روئداد کے جعلی، مصنوعی اور بناوٹی ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اس خط کا ہمارے ہاتھ آجانا صرف تائید غیبی اور ہماری صداقت و حقانیت کا ایک معجز نما کرشمہ ہے ورنہ ؎

کہاں ہم اور کہاں یہ نگہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

یہ پراسرار خط آج سے چار سال پہلے " بارقۂ آسمانی " میں بھی شائع ہو چکا ہے مگر الحمد للہ کہ مولوی اجمل علی یا مولوی حشمت علی باوجود زبردست چیلنج کے آج تک اس کا انکار نہ کر سکے۔ اس خط کے بعد رضاخانی روئداد کے بناوٹی اور مصنوعی ثابت کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔ خود روئداد نویس صاحب کے اس خط نے اس بے چاری کا کام تمام کر دیا آہ۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

---

[1] انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو انہیں عذاب نے آلیا۔ اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے۔ تب وہ نہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے

صدق اللہ عزوجل۔

یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ[1]۔ (الحشر ۵۹ = ۲)

خاکسار ناظم دارالاشاعت

مہتمم طبع دوم : جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ

نوٹ : مناظرہ سنبھل کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کے مابین جو خط و کتابت تقریباً تین مہینے جاری رہی تھی پہلے ایڈیشن میں وہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی مگر اس دفعہ چونکہ حاشیہ اور تکملہ میں دوسرے اہم اور ضروری مضامین کا اضافہ کیا جارہا ہے اس لئے اس مراسلت کا ذکر صرف اجمالاً کیا جائے گا اور وہ اس قدر اہم اور ضروری بھی نہیں ہے۔

ناظم دارالاشاعت

---

[1] وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ لہٰذا اے عقل مندو! عبرت حاصل کرو۔

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ سیما
سیدنا ومولانا محمد المصطفیٰ وعلی الہ المجتبیٰ۔

○

ناظرین کو "صاعقۂ آسمانی حصہ اوّل" کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ مناظرہ درّہ کے آخری اجلاس میں جبکہ مسئلہ علم غیب زیر بحث تھا اور صرف دو گھنٹے کی گفتگو نے مولوی رحم الٰہی صاحب کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ کے درہم برہم کرنے کے لئے انتہائی سخت کلامی شروع کر دی تھی۔ اور ان کی خوش قسمتی سے وہاں کی عام پبلک نہ ان علمی اور دقیق مباحث کو سمجھتی تھی جو اس بحث میں آتے تھے اور نہ مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس چال کو۔ اور قریب تھا کہ یہ دلچسپ اور معرکۃ الآراء مناظرہ مولوی رحم الٰہی صاحب کی سخت کلامی کی نذر ہو کر بغیر کسی نتیجہ کے درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے اس عظیم الشان مناظرہ کے نتیجہ خیز اور کامیاب بنانے کے لئے بعض حضرات نے انتقال مقام کی تجویز پیش کی جو بڑی ردّ و کد کے بعد منظور ہو گئی۔ پھر تعیین مقام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بریلی کو پیش کیا (جو وہاں سے بہت زیادہ قریب ہونے کے علاوہ مولوی رحم الٰہی صاحب کی اقامت گاہ اور ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے) اور فرمایا کہ اگر آپ تیار ہوں تو میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں صرف جلسہ کے انتظامات آپ کرا دیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔ مگر جب مولوی رحم الٰہی صاحب اس کے لئے کسی طرح رضامند نہ ہوئے تو حضرت مولانا نے مراد آباد کو پیش کیا۔ لیکن مولوی رحم الٰہی نے اس کو بھی منظور نہ کیا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اپنے وطن عزیز سنبھل کو پیش کیا اور نہایت فراخدلی کے ساتھ جملہ انتظامات کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔ اور فرمایا کہ اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو اور آپ کے رفقاء کو سفر خرچ بھی دیا جائے گا۔ اس کے بعد جب مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے کوئی مفر

باقی نہیں رہا تو چار و ناچار ان بے چاروں کو منظور ہی کرنا پڑا۔ اللہ بھلا کرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرس دوم اور مولوی رحم الٰہی صاحب کے معین مناظرہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب کا وہ چونکہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے مناظرہ کا تلخ نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے مولوی رحم الٰہی صاحب کا لحاظ کئے بغیر صاف کہہ دیا کہ آئندہ ہم کو مناظر تبدیل کرنے کا حق ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن مولوی عبدالعزیز خاں صاحب اور ان کے بعض دوسرے رفقاء کار نے اس پر سخت اصرار کیا اور کہا ہم صرف اپنے ہی لئے یہ حق نہیں چاہتے۔ بلکہ آپ کو بھی یہ حق دیتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ "الحمدللہ مجھے اس کی ضرورت نہیں" بہت دیر تک اس پر گفتگو جاری رہی (لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب اس وقت بالکل خاموش بافتہ ہوش بیٹھے تھے کیونکہ ان کا ایک رفیق کار بلکہ ایک مالکت مدرس ان کی معزولی پر زور دے رہا تھا جس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ اس کے نزدیک مولوی رحم الٰہی صاحب ناقابل مناظرہ ثابت ہوئے ہیں) بہرحال دیر تک اس تجویز پر بحث ہوتی رہی۔ بالآخر صدر مجلس مناظرہ عالی جناب ثروت یار خان صاحب مجسٹریٹ درو نے بھی مولوی عبدالعزیز خان صاحب کی سفارش کی اور آخر کار یہ تجویز منظور کر لی گئی۔

یہ بھی قرار پایا کہ اس مناظرہ کے لئے شرائط بذریعہ خط کتابت از سر نو طے ہوں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب شرائط کے متعلق مولوی رحم الٰہی صاحب سے خط کتابت کریں یا امیر رضا خانیت مولوی حامد رضا خان صاحب سے۔ بعد میں ان تمام چیزوں کے متعلق ایک یادداشت بھی لکھ لی گئی۔ سب کچھ طے ہو جانے کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس یادداشت کے آخر میں یہ عبارت لکھ کر کہ۔

"بشرط اجازت سرپرست مدرسہ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہ"

اس سارے معاملہ کو مولوی حامد رضا خان صاحب کی اجازت پر موقوف کر دیا اور درو کی ساری کارروائی اس پر ختم ہو گئی۔ وہاں سے واپس آکر اس قرارداد کے بموجب حضرت مولانا نے ایک رجسٹری شدہ خط مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام ارسال فرمایا اور سنبھل کے مناظرہ کے لئے شرائط طلب کئے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ حرف دیکھ کر کہ اس خط کے بھیجنے والے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ہیں اس کے

وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۰ صفر کو یہ رجسٹری شدہ خط انکاری واپس آگیا۔ حضرت مولانا نے مولوی حامد رضا خان صاحب کا اس درجہ گریز دیکھ کر ان کا پیچھا چھوڑ دیا اور براہِ راست مولوی رحم الٰہی صاحب کے نام ایک خط بذریعہ رجسٹری روانہ فرمایا۔ جس میں ان کے خداوند نعمت مولوی حامد رضا خان صاحب کے اس بے جا گریز کا ذکر کرتے ہوئے خود ان سے شرائط مناظرہ طلب کئے اس خط میں یہ بھی لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اس کا جواب دس روز تک نہ آیا تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ بعونہ تعالےٰ وہو الکافی۔

اس خط کے اس آخری جز نے مولوی رحم الٰہی صاحب کو جواب دینے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو ان کا جواب آیا جس میں حضرت مولانا کے خط کے جواب میں صرف اس قدر الفاظ تھے کہ۔

"اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد و رفت اور خورد و نوش کے خرچ کے منتظر ہیں لہٰذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقام مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ حسب قرار داد آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے"

اس کے جواب میں ۲۶ صفر کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ایک رجسٹری روانہ کی جس میں سات شرطیں بھی نہایت مناسب لکھ دیں جن میں فریقین کے حقوق بالکل مساوی تھے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے علاوہ اور جو شرائط آپ مناسب خیال فرمائیں ان کو بھی تحریر فرما دیں۔ شرائط طے ہونے کے بعد ہم تاریخ بھی معین کر دیں گے اور اس تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے زاد راہ بھی حاضر خدمت کر دی جائے گی۔ اس خط کے جواب میں بھی مولوی رحم الٰہی صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر دو ہفتہ کامل انتظار کرنے کے بعد ۱۱ ربیع الاول کو بطور تقاضا ایک اور رجسٹری حضرت مولانا نے ارسال فرمائی جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ "اس رجسٹری کو تار کے حکم میں سمجھا جائے اور جواب میں انتہائی عجلت سے کام لیا جائے"

اس رجسٹری کے بعد بھی مولوی رحم الٰہی صاحب نے کروٹ نہ لی تب مجبوری کامل دس روز کے انتظار کے بعد ۲۲ ربیع الاوّل شریف کو حضرت مولانا نے ایک اور رجسٹری روانہ کی جس کے آخر میں یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ۔

"اس کا جواب یکم ربیع الآخر تک آجانا چاہئے۔ اگر اس عرصہ میں نہیں آیا تو ہم جناب کے اس طرز عمل کو پہلو تہی اور گریز سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ پہلو تہی کا لفظ

محض آپ کی ذات تک محدود نہیں رہے گا بلکہ چونکہ یہ مناظرہ مولوی حامد رضا خان صاحب کی رضا و اجازت سے طے ہوا ہے اور پھر آپ کو آپ ہی لوگوں کی درخواست پر یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں اپنی جماعت میں سے منتخب کر کے مناظرہ میں پیش کریں اس لئے آپ کا یہ طرز عمل آپ کی ساری جماعت اور خود مولوی حامد رضا خان صاحب کا گریز کہا جائے گا "

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے جب سب اگلی پچھلی بھجائی تو بجبوری مولوی رحم الٰہی صاحب کو اپنی چپ توڑنی پڑی اور ۲۶ ربیع الاول شریف کو ۲۰ صفر والی تحریر کے جواب میں ایک رجسٹری روانہ کی۔ جس میں حضرت مولانا کے پیش کردہ شرائط کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی تھی اور بعض کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس رجسٹری کا مفصل جواب حضرت مولانا نے ۱۳ ربیع الآخر کو ارسال فرمایا جس کا جواب مولوی رحم الٰہی صاحب کی طرف سے ۳ اکتوبر کو آیا جس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہ تھی۔ صرف جلسہ مناظرہ کے لئے ایک مسلمہ فریقین صدر کے ہونے کو اصولاً تسلیم کرتے ہوئے تعیین صدر کے معاملہ کو الجھانے کی کوشش کی گئی تھی (جس کا واحد مقصد یہی تھا کہ نہ صدارت کا مسئلہ طے ہو نہ مناظرہ کی نوبت آئے۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ.....) لیکن آفرین ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ہمت مردانہ پر کہ آپ نے نہایت فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے صدارت کے لئے جناب چودھری محفوظ علی خان صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر ساکن سنبھل کا نام لکھ بھیجا۔ (جو از روئے عقائد تقریباً رضاخانی ہی ہیں مگر ان کی وجاہت اور انصاف پسندی سے کسی خلاف انصاف کارروائی کی امید نہ تھی) نیز حضرت مولانا نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس روش کو دیکھتے ہوئے اس مکتوب گرامی کے اخیر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ :

" یہ سلسلۂ خط کتابت بظاہر اس طرح ختم ہوتا نظر نہیں آتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو یہیں ختم کر دیا جائے کیونکہ شرائط کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ سنبھل پہنچ کر طے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - جمادی الاولےٰ مقرر کی جاتی ہیں۔ بس اس عریضہ کے جواب میں ان تاریخوں کی منظوری سے مطلع کر دینا کافی ہے اگر یہ اطلاع ۱۰ جمادی الاولےٰ تک موصول ہو گئی تو پندرہ جمادی الاولےٰ کو حسب قرارداد سفر خرچ روانہ کر

دیا جائے گا "

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے کوئی راہ فرار نہ چھوڑی اور بمصداق " تنگ آمد بجنگ آمد " ناچار مناظرہ منظور کرنا ہی پڑا۔ لیکن ایک آخری چال یہ چلی کہ اس مکتوب کا جواب بجائے اس کے کہ ۷۔ ۸۔ جمادی الاولےٰ کو دیتے جو دس بجے تک حضرت مولانا کے پاس پہنچ جاتا ۱۲۔ جمادی الاولےٰ کو لکھا جو ۱۴۔ کو حضرت مولانا کو وصول ہوا۔ مقصد اس تاخیر کا صرف یہ تھا کہ حضرت مولانا انتظامات کے لئے اس تھوڑی مدت کو ناکافی سمجھیں گے اور لامحالہ مناظرہ کی تاریخیں بدلنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم کو یہ کہہ کر پیچھا چھڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا کہ آپ نے خود ہی مناظرہ کی تاریخیں مقرر کی تھیں ہم نے منظور کر لیں اب آپ مناظرہ سے فرار کرتے ہیں۔ " ہلدی لگے نہ پھٹکڑی " گھر بیٹھے بٹھائے عظیم الشان فتح ہاتھ آئے گی۔ مگر شیرِ نیستان مناظرہ نے ان اقراری سگِ بارگاہِ رضوی کی اس چال کو سمجھ لیا اور حسب وعدہ تاریخ معینہ سے ایک ہفتہ قبل سفر خرچ روانہ کر کے اس آخری منصوبے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۔

لیکن اس کے بعد بھی ایک احتمال باقی تھا کہ کچھ سازش کر کے تاریخ معینہ تک منی آرڈر وصول نہ کیا جائے اور تاریخ ہائے مناظرہ گزر جانے کے بعد لکھ دیا جائے کہ آپ کا منی آرڈر دیر سے وصول ہوا لہٰذا ہم نہیں آسکے اس قسم کی روباہ بازیوں کا دروازہ قطعاً بند کرنے کے لئے حضرت مولانا نے بذریعہ رجسٹری ایک خط بھی روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

" ہم حسب وعدہ سفر خرچ روانہ کر چکے۔ اگر بفرض محال ۲۱۔ جمادی الاولےٰ تک کسی وجہ سے وصول نہ ہو تو جناب اس کا انتظار نہ فرمائیں بلکہ ۲۱۔ کو ضرور بالضرور سوار ہو جائیں۔ یہاں پہنچنے پر سفر خرچ حاضر خدمت کر دیا جائے گا "

پھر مزید احتیاط کے لئے تاریخ مناظرہ سے تین روز قبل یعنی ۱۹۔ جمادی الاولےٰ کو ایک تار بھی اس مضمون کا دے دیا کہ۔

" انتظامات بالکل مکمل ہو چکے ہیں ہر قسم کے حیلوں کو ترک کر کے تشریف لائیے "

گُلِ دیگر شگفت

ہمارا خیال تھا کہ اب مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے فرار کی کوئی راہ نہیں رہی۔ اب وہ ضرور بالضرور تشریف لائیں گے۔ لیکن بقول کسے "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم" ہمارے سارے منصوبے غلط نکلے اور مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک اشتہار دو کھلا خط بھیج کر ثابت کر دیا کہ میں اُس خان بریلوی کا سپوت ہوں جس نے تمام عمر مناظرہ کی دھوم مچانے کے باوجود ہمیشہ وقت پر مناظرہ سے جان بچائی۔

اس اشتہار کذب و بہتان کے طومار کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ تھا۔

"جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً و جمیع وہابیہ سنبھل عموماً در وضلع نینی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار تھا اور ہوں۔ لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذ رشید عزیز سعید شیر بیشۂ سنت مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلہ میں آپ کا سارا گروہ عاجز رہا ..... خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلہ میں پانچ روشن فتحیں اور آپ کے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دیں[1]۔ آپ اور آپ کا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلہ سے عاجز آ چکے۔ مناظرہ بحمداللہ تعالےٰ اہل سنت کی فتح مبین اور وہابیہ کی شکست مہین پر ختم ہو چکا[2]۔ لہٰذا وہ مناظرہ جو قرارداد ضلع نینی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا[3]۔ کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے وہ میرے سامنے ایک فرعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں[4]۔ اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو یا تو اسکی لیک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حشمت علی صاحب کے مقابلہ سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند و تھانہ بھون سے بلاؤ تاکہ ان کا عجز و فرار بھی (ایسا ہی) دکھا دیا جائے۔"

---

[1] لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ [2] جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ [3] شاید عالم خیال میں۔ [4] لہٰذا خدا کے واسطے مجھ بیچارے ضعیف العمر کا پیچھا چھوڑو ۱۲۔

جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس لال اشتہار پر مفصل تبصرہ کریں گے لیکن چونکہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کا کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہونا اپنے طرز عمل سے خود ہی ثابت کر دیا لہٰذا ہم اب اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بس یہ عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ سرخ اشتہار یا لال چیتھڑا بعد میں خود مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے وبال جان ہو گیا اور ان بے چاروں نے اس کے چھپانے کی ایسی ہی کوشش کی جیسی کہ ..... لال چیتھڑوں کے چھپانے کی کرنی چاہئے۔ مختصر یہ کہ مناظرہ میں تین روز متواتر مجمع عام میں یہ سوال کیا گیا کہ یہ اشتہار آپ کا شائع کردہ ہے یا نہیں ؟ لیکن کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد اختتام مناظرہ بذریعہ تحریر بھی دریافت کیا گیا لیکن آج تک کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

اے بدعت ملعونہ تجھ پر خدا کی ہزار لعنت۔ کیا تو ایمان و اسلام کے ساتھ آدمی کی انسانیت کو بھی رخصت کر دیتی ہے۔ کیا آج کوئی ہے کہ آرضاخانی محدث کی اس راست بازی کا نمونہ دنیا کی کسی مہذب و متمدن قوم کے لٹریچر سے پیش کر سکے۔

بہر کیف مولوی رحم الٰہی صاحب نے یہ اشتہار بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کر دیا اور سمجھ لیا کہ بس رسید بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ لیکن افسوس یہ نہ سوچا کہ یہ لومڑی کی سی چالیں کسی اپنے ہم جولی ہی کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہیں نہ شیران حق کے مقابلہ میں۔

تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل یعنی ۲۱ کو یہ اشتہار سنبھل میں شائع ہوا تھا اور ۲۲ کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ نے بذریعہ جوابی تار برقی مندرجہ ذیل نوٹس دیا۔

"فوراً آیئے ہر قسم کی بہانہ بازی کو چھوڑ دیجئے۔ ورنہ جملہ ہرجہ کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔"

اس نوٹس نے سارے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا اور بے چارے مولوی رحم الٰہی صاحب کی یہ آخری چال بھی شیر نیستان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوئی۔

صَدَقَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ۔ وَمَکَرُوْا

وَ مَکَرَ اللّٰہ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔

بہرحال اس برقی نوٹس نے حشمت علی صاحب والی وہ فرضی پانچ شکستیں بھی بھلا دیں اور ؎

قہر درویش برجان درویش

مولوی رحم الٰہی صاحب مع جناب مولوی عبدالعزیز خان صاحب وبعض دیگر علماء فرقہ رضاخانی کے مناظرہ کے آخر روز یعنی ۲۴ جمادی الاولےٰ کو ۸ بجے سنبھل وارد ہوئے اور نو بجے مقام مناظرہ پر پہنچے۔ اور یہاں پہنچ کر فرار کی ایک نئی یہ راہ نکالی کہ مسئلہ صدارت کے متعلق اگرچہ طے ہو چکا تھا کہ کل جلسہ مناظرہ کا ایک صدر ایسا ہے گا جو فریقین سے بالکل آزاد ہو۔ اور حضرت مولانا نے نہایت فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا شخص بھی پیش کر دیا تھا جو مذہباً رضاخانیوں سے اقرب تھا۔ (یعنی جناب چوہدری محفوظ علی خان صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر) لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب نے آکر مسئلہ صدارت کے متعلق صاف کہہ دیا کہ اگر ایک صدر مسئلہ فریقین ہو سکتے ہیں تو بس فلاں صاحب یا فلاں صاحب (جو شاید خود مولوی رحم الٰہی صاحب سے بھی زیادہ غالی رضاخانی ہیں) ورنہ ہر فریق کا صدر علیحدہ رہے گا۔ جس کا کام محض اپنی اپنی جماعت کو قابو میں رکھنا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند اس پر زور دیا کہ کسی ایسے آزاد شخص کو صدر مقرر کیا جائے جو، فریقین سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی کہا کہ اگر آپ کے نزدیک مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو سنبھل کے غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کسی کو منتخب فرما لیجئے۔ لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب کی ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر یہ بھی کہا گیا کہ اچھا کسی ایسے رضاخانی ہی کو صدر مقرر کر لیجئے جو معاملہ سنبھ ہونے کے ساتھ ساتھ رضاخانیت میں غالی نہ ہو۔ لیکن ان سب باتوں کا جواب یہی ملا کہ اگر ایک صدر مسئلہ فریقین ہوگا تو بس انہی دو صاحبان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جن کو پہلے پیش کیا جا چکا ہے ورنہ ہر فریق کا صدر جداگانہ ہوگا۔ مقصد اس بے جا ضد کا بھی یہی تھا کہ اہلسنت ہماری ان بے جا ضدوں کو منظور نہ کریں اور کسی طرح مناظرہ سے جان بچے۔ لیکن حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے بالآخر ان کی اس ہٹ کو بھی مان لیا۔ رضاخانیوں کی طرف سے جناب خان صاحب ولایت حسین صاحب[1] صدارت کے لئے منتخب ہوئے اور اہلسنت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہماری طرف سے عالی جناب نواب داؤد علی خان صاحب انصاری دام فیضہ الجاری خدمات صدارت کو انجام دیں گے۔

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس طرح تقریر شروع کی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

غوث اعظم بامن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایماں مددے

میں نے سنا ہے کہ کل اور پرسوں میرے نہ آنے کی مولوی محمد منظور صاحب نے بہت زیادہ شکایتیں کی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کا منی آرڈر کچھ دیر[1] سے پہنچا۔ اور چونکہ میں مدرسہ کا ملازم تھا اس لئے حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہ کی اجازت کے بغیر آ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ اتفاق سے گاؤں کو چلے گئے تھے میں نے اجازت لینے کے لئے ان کے پاس آدمی بھی بھیجا۔ لیکن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آدمی بھی واپس نہ آیا۔ اب جب میں نے دیکھا کہ سب تدبیریں مناظرہ کی گزری جاتی ہیں تو بغیر اجازت ہی چلا آیا ہوں اور میں نے ملازمت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آپ تصدیق کریں یا نہ کریں لیکن میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں اور آپ بریلی آدمی بھیج کر اس کی تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔ خیر گزشت آنچہ گزشت۔ اب جو باقی ماندہ شرائط ہیں ان کو طے کر لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ مسنونہ) حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا معین بک نستعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

---

[1] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو سال ہوئے کہ خان صاحب موصوف اس دار فانی سے رحلت کر چکے ہیں۔ اگرچہ راقم الحروف کو خان صاحب کے خیالات و عقائد سے سخت اختلاف تھا مگر اس میں شک نہیں کہ موصوف بڑی خوبیوں کے آدمی تھے بالخصوص اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] کیا آخری رجسٹری اور سوکہ کا روانہ شدہ تار بھی ۲۱ تک نہیں پہنچا؟ شد م ۱۔ [2] بالکل غلط۔ یوں کہنا چاہئے کہ اب جب دیکھا کہ فرار کی کوئی راہ نہیں رہی جب مجبوری آیا ہوں ۱۲۔

ابتدائی گفتگو

میں اوّلاً اپنے محترم دوست جناب مولوی رحم الٰہی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لال اشتہار یہ کھلا خط بنام وہابیہ دیوبندیہ سنبھل ضلع مراد آباد ۔ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا کسی دوسرے نے بغیر آپ کی اجازت کے آپ کی طرف سے شائع کر دیا ہے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : (نہایت خوشامدانہ لہجہ میں) مولوی صاحب میں آپ کی سلامتی طبع کا قائل ہوں یہ باتیں کج طبع لوگ کیا کرتے ہیں۔ اب جب میں آ ہی گیا تو وہ بات ختم ہوگئی۔ لہٰذا اب مناظرہ کی کارروائی شروع ہونی چاہیئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : کارروائی مناظرہ ابھی شروع ہوتی ہے لیکن پہلے اشتہار کے معاملہ کو صاف کر دیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ حضرات کس قدر صداقت اور راستبازی سے کام لیتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے آپ بالکل بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں میرے آجانے کے بعد اس اشتہار کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ اور اگر معلوم ہی کرنا ہے تو خود اشتہار کو دیکھ لیجئے وہ بتلا دے گا کہ میں کس کا شائع کردہ ہوں۔ اور اگر اس کا مضمون مجھ کو بتلایا جائے تو میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ میرا شائع کردہ ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا یہ اشتہار کہتا ہے کہ میں مولوی رحم الٰہی صاحب صدر مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کا شائع کردہ ہوں[1]۔ فرمائیے یہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط ؟ جناب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر اس کا مضمون مجھ کو سنایا جائے تو میں بتلا سکتا ہوں۔ تو سنئے۔ اس کا مضمون یہ ہے اس کے بعد حضرت مولانا نے اُس کذب و بہتان کے طومار کو از اول تا آخر پڑھ کر سنایا (جن لوگوں نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی مذکورہ بالا معذرت سنی تھی اور تا ہنوز یہ اشتہار نہ دیکھا تھا وہ اس کے حرف حرف پر ان محدث صاحب کی صداقت شعاری اور راستبازی کی داد دل و زبان سے دے رہے تھے۔ اس وقت خود مولوی رحم الٰہی صاحب کی جو حالت تھی وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی) اس اشتہار کے سنانے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اب تو فرمائیے کہ یہ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا آپ کے کسی خیر اندیش کی کارسازی ہے ؟

---

[1] اس اشتہار میں "المشتہر" کے دل میں لکھا ہوا تھا (مولوی) رحم الٰہی عفی عنہ صدر مدرس منظر اسلام بریلی"

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے مولوی صاحب یہ بالکل وقت کو ضائع کرنا ہے۔ آپ جلد کارروائی مناظرہ شروع کیجئے اور جو شرائط باقی ہیں ان کو طے کیجئے۔ مناظرہ شروع ہونے کے بعد ہم اس اشتہار کے متعلق بھی تشفی بخش جواب دے دیں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس قابل رحم حالت پر رحم کھا کر جواب سوچنے کے لئے یہ مہلت بھی دے دی۔ اور شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں مع ان شرائط کے جو بذریعہ خط کتابت طے ہوئی تھیں مندرجہ ذیل شرطیں طے ہوئیں۔

۱ : یہ مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہوگا اس کو دوسرے اختلافیات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

۲ : ہر فریق کا فرض ہوگا کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے اگر کوئی فریق ان کے سوا دوسری قسم کے ادلّہ پیش کرے گا تو دوسرے فریق کو حق ہوگا کہ وہ اس وقت تک ان کا جواب نہ دے جب تک کہ مستدل سے یہ تحریر نہ لے لے کہ میں اپنا مدعا کتب عقائد اہلسنت اور نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں کر سکتا۔

۳ : مسئلہ زیر بحث کے علاوہ اگر کوئی مناظر دوسری بحث چھیڑے گا تو اوّلاً اس کو متنبہ کر دیا جائے گا اگر وہ باز نہ آیا تو یہ اس کے فریق کی کھلی شکست سمجھی جائے گی۔ اور دوسرے فریق کا فرض ہوگا کہ وہ اس خارج از بحث امر کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ خاطی اور لاغی سمجھا جائے گا۔

۴ : ہر مناظر کو حق ہوگا کہ وہ اپنے مقابل کے جس جملہ کو لکھانا چاہے لکھائے اس کو کسی طرح حق انکار نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا انکار اس کی شکست سمجھی جائے گی۔

۵ : مناظر کے سوا کسی کو حق دخل دہی نہ ہوگا۔

۶ : دل آزار اور اشتعال انگیز کلمات کوئی مناظر استعمال نہ کرے گا۔ جو مناظر خلاف تہذیب الفاظ زبان سے نکالے گا اس کی مسلہ شکست سمجھی جائے گی اور دوسرا فریق چاہے گا تو مناظرہ ختم کر دے گا۔

۷ : ہر فریق کے مناظر کو تقریر کے لئے دس دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

۸ : یہ مناظرہ زیادہ سے زیادہ تین روز رہے گا۔

۹ : جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سائل ہوں گے اور جناب مولوی رحم الٰہی صاحب مجیب۔

ان شرائط کے طے ہو جانے کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے سوال کیا کہ آپ علماء دیوبند کے اقوال کو بھی تسلیم کریں گے یا نہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا یہ سوال بالکل لغو ہے اس لئے کہ شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسلمہ کتب عقائد اہلسنت سے ہوگا یا نصوص قطعیہ سے۔ اور ان حضرات کے اقوال ان میں سے کسی قسم میں بھی داخل نہیں۔ اور نہ میں ان حضرات کا مقلد ہی ہوں کہ بحیثیت تقلید ان حضرات کا قول واجب التسلیم ہو بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مقلد ہوں البتہ ان حضرات کا ایک ادنیٰ کفش بردار ہوں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو میرے نزدیک اصول شریعت ہیں وہی ان حضرات کے بھی اصول ہیں (یعنی کتاب وسنت وقیاس واجماع امت)۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کی تحریر طلب کی۔ جناب مولانا محمد منظور صاحب نے اس کی تحریر بھی دے دی۔ اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہوگا ؟ جناب مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی دریافت کرنے کی بات نہیں۔ اپنی جماعت کی طرف سے آپ ہوں گے اور اہلسنت کی جانب سے خاکسار ہوگا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ دو میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق کو حق ہوگا کہ وہ جس کو چاہے اپنی طرف سے بحیثیت مناظر پیش کرے۔ لہٰذا آپ اپنی طرف سے کسی ایک کو متعین کر دیجئے ہم بھی اپنی طرف سے کسی ایک کو وکیل کر دیں گے جس کے بعد کسی دوسرے کو بولنے کا حق نہ رہے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب میں اور آپ دونوں موجود ہیں اور کسی کو کوئی معذوری بھی نہیں تو پھر وکالت کے کیا معنی ؟ مولوی رحم الٰہی صاحب نے دیر تک اسی پر اصرار کیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کو یاد ہوگا جس وقت استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز جناب کی طرف سے پیش ہوئی[1] تھی میں نے شدت سے

---

[1] اگرچہ یہ تجویز مولوی عبدالعزیز خان صاحب نے پیش کی تھی مگر چونکہ وہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے مشیر اور رفیق کار تھے لہٰذا ان کی تجویز گویا مولوی رحم الٰہی صاحب ہی کی تجویز ہے ۱۲۔

مخالفت کی تھی اور اسی وقت کہہ دیا تھا کہ بحمداللہ تعالےٰ خاکسار اس سے مستغنی ہے۔ لہٰذا مناظر بدلنے کا حق نہ خود لینا چاہتا ہے نہ مولوی رحم الٰہی صاحب کو دینا چاہتا ہے۔ اور بہت دیر تک اس پر گفتگو بھی رہی تھی اور میں کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ بالآخر آپ کے انتہائی اصرار اور جناب صدر صاحب کی سفارش کی وجہ سے میں نے منظور کر لیا تھا۔ اور نہ اس وقت بعونہٖ تعالےٰ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ الغرض چونکہ یہ استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز آپ کی جانب سے پیش ہوئی تھی لہٰذا آپ پہلے اپنا مناظر متعین فرما دیں، بندہ بھی عرض کر دے گا۔ اس کے جواب میں مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ تجویز کسی کی جانب سے پیش ہوئی ہو لیکن مناظر پہلے آپ ہی متعین فرمائیں گے۔ اور بہت دیر تک اسی پر بحث کی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے میں آپ کی خاطر اس قدر تعیین بھی کرتا ہوں کہ اگر اپنی جماعت کے طرف سے آپ خود مناظر ہوتے تو بندہ ہی مناظرہ کرے گا۔ اور اگر جناب نے کسی دوسرے کو کھڑا کیا تو اس کا نام معلوم ہونے پر اسی درجہ کا مناظر خاکسار بھی پیش کر دے گا۔ اتنی معقول بات پر بھی مولوی رحم الٰہی صاحب کی وہ بے جا طفلانہ ضد اور ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر شیر نیستان مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے، اعلان فرمایا کہ الحمدللہ ثم الحمدللہ! اب جب کہ جناب کا عجز آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو چکا تو بندہ اعلان کرتا ہے کہ آپ جس کو بھی اپنی جانب سے بحیثیت وکیل پیش فرمائیں ہم کو منظور ہے اور اپنی طرف سے خاکسار خود ہی مناظرہ کرے گا۔

اس گلو خلاصی کی جو مسرت مولوی رحم الٰہی صاحب کو ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں کہ جس رہائی کے لئے شرمناک سے شرمناک تدابیر اختیار کی گئی تھیں اور بدقسمتی سے سب کی سب ناکام رہیں اس کے غیر متوقع حصول پر کس درجہ مسرت ہوئی ہوگی۔ اسی غیر معمولی مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنی طرف سے مولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی سلمہٗ کو پیش کرتا ہوں وہ اسی مسئلہ پر انہیں طے شدہ شرائط کے ساتھ مناظرہ کریں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لکھ کر اس کی تحریر دے دیجئے۔ مولوی رحم الٰہی صاحب خود یہ الفاظ لکھ دیئے کہ۔

"وہ میرے وکیل مطلق ہوں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائیگا"

اس تحریر کو لکھنے کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنا بھی دیا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ جناب! میں نے یہ تحریر لکھ بھی دی اور آپ حضرات کو پڑھ کر سنا بھی دی۔ لیکن دوں گا نہیں۔ اور نہ ان الفاظ کے لکھانے کا مجھ سے مولوی صاحب کو حق ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے بوجوہ کثیر استحقاق ثابت کیا لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک نہ سنی اور یہی فرماتے رہے کہ ان الفاظ کے لکھانے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ جب ان محدث صاحب کی راست بازی کما حقہ حاضرین جلسہ پر آشکارا ہو گئی تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ تحریر دیں یا نہ دیں لیکن بحمد اللہ آپ ہی کی زبان سے حاضرین جلسہ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ بعینہٖ آپ کا ساختہ پرداختہ ہو گا۔ پس جن لوگوں کے نزدیک دنیا میں زبان بھی کوئی چیز ہے وہ خود سمجھ لیں گے کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں یا نہیں۔ لہٰذا اب آپ جن الفاظ میں بھی مجھ کو تحریر دے سکتے ہوں دے دیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے بجائے اس تحریر کے مندرجہ ذیل تحریر دی جو ہمارے پاس دستخطی محفوظ ہے۔

"۷۸۶۔ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم۔ ہماری طرف سے جناب حافظ مولوی حشمت علی صاحب مناظر مقرر کئے جاتے ہیں اُسی مسئلہ اور انہیں شرائط کی پابندی کریں گے جو مجھ سے طے ہوئے ہیں۔ فقط

رحم الٰہی غفرلہٗ ۲۴ جمادی الاولےٰ ۱۳۴۷ھ

(دستخط صدر صاحب) ولایت اللہ بقلم خود"

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب جس مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں اسی میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ رہائی بھی دشوار ہو جاتی ہے۔ پہلے آپ نے یہ اقرار کیا کہ مولوی حشمت علی صاحب میرے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے۔ اس وکالت مطلقہ کے متعلق جناب نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ لیکن ذمہ داری سے بچنے کے لئے اس تحریر کے

دینے سے انکار کر دیا جس سے مجھ کو دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ آپ کے اقرار کی وجہ سے ذمہ داری بھی بدستور رہی۔ دوسرے یہ کہ تحریر نہ دینے سے آپ کی راست بازی بھی لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ اگر میں اس کی کوشش بھی کرتا تو شاید اس قدر کامیاب نہ ہوتا۔ آپ نے تحریری ذمہ داری سے بچنا چاہا لیکن بمصداق فرّ من المطر قو تحت المیزاب ایسی تحریر دی جس سے نہ محض اپنی بلکہ ساری رضاخانی جماعت کی ذمہ داری تسلیم کر لی۔ و ذالك من فضل الله علينا و على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون۔ اس کے بعد کارروائی مناظرہ شروع کی جاتی ہے۔

آغازِ مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ)۔ حسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم اللهم انك عضدى ونصيرى بك احول وبك اصول ومتيمنا باسمك اقول اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔

اما بعد! چونکہ اس مسئلہ میں مدعی آپ حضرات ہیں لہذا پہلے آپ اپنا دعوٰے متعین فرمادیں تاکہ حاضرین کے نزدیک محل نزاع متعین ہو جائے۔

مولوی حشمت علی صاحب : (وکیل و نمائندہ فرقہ رضاخانی) ایک طولانی خطبے کے بعد جس میں استعانت بغیر اللہ کا عنصر غالب تھا۔ ہمارا دعوٰے یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ما کان و ما یکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) مہربان من! ایسے لفظ بولئے کہ عام حاضرین بھی سمجھ لیں۔ آپ کے اس کان اور یکون کو وہ نہیں سمجھتے۔ آپ صاف لفظوں میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب : یا غوث یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لله۔

مولوی صاحب میں نے تو اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کر دیا تھا لیکن آپ کہتے ہیں کہ اور تفصیل کر دو اور کر دو تو لیجئے میں آپ کی خواہش پر اور کئے دیتا ہوں۔ سنئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب اکرم

نے حاشیہ بر صفحہ آئندہ

شفیع اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش دنیا سے قیامت تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) قیامت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے کیا اس کا علم آپ کے اس دعوے سے خارج ہے ؟

مولوی حشمت علی صاحب : معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ دعوی نہیں ہے وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اپنے اس عقیدہ کو لکھ دیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے یہ الفاظ لکھ دیئے۔

" اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک جو کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے جو ہوگا سب کا تفصیلی علم محیط عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم اقدس اس سے بھی بدرجہا زائد ہے " فقط

فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ یہ بھی لکھ دیجئے کہ واقعات مابعد القیامت کا ذکر ہمارے دعوے سے خارج ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : نے اسی تحریر پر لکھ دیا۔ " مکرر یہ کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے میں مسکوت عنہا ہیں۔ فقط۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس آپ نے کہا تو یہ تھا کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اور اسی کی میں نے تحریر بھی طلب کی تھی۔ لیکن آپ تحریر میں لکھتے ہیں کہ۔ وہ ہمارے دعوے میں مسکوت عنہا ہیں۔ یعنی ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے چپ رہنا چاہتے ہیں۔ مہربانم ! چپ تو آپ جب رہ سکتے ہیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہ ناظرین ! یہ ہے فرقہ رضاخانی کی طرۂ امتیاز اور مایۂ ناز تہذیب۔

جب کوئی آپ کو چپ رہنے دے۔ اگر میرے سوالات کے جواب میں چپ رہنے کا ارادہ تھا تو آپ یہاں تشریف ہی کیوں لائے تھے؟ مناظرے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر سوال کے جواب میں سکوت کرنا کہاں کا اصول ہے۔ مہربانی فرما کر صاف لکھئے کہ۔ معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ نہیں وہ ہمارے دعوے سے، خارج ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب: نے مجبور ہو کر اسی تحریر کے نیچے یہ بھی لکھ دیا "یعنی وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں"۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے لفظ مسکوت عنہا کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اس کی داد تو اہل علم خود ہی دیں گے میں اس کے متعلق کچھ کہنا بے کار سمجھتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جناب نے تو اپنا عقیدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک کا علم تھا اور واقعات مابعد القیامت کو اپنے عقیدہ سے خارج بتایا ہے۔ اور جماعت رضویہ کے امیر ثانی مولوی نعیم الدین صاحب رضا خانی مراد آبادی اپنی کتاب الکلمۃ العلیا میں اپنی جماعت کا عقیدہ یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے داخلہ جنت و دوزخ تک کے تمام علوم جزئی و کلی حاصل ہیں"۔

حالانکہ قیام قیامت اور اس داخلہ میں حسب تصریح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پچاس ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ لہذا مولوی نعیم الدین صاحب کی اس تحریر اور آپ کے بیان کردہ عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ تو جناب سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ ہم آپ کی جماعت کا عقیدہ وہ سمجھیں جو جناب نے بیان کیا ہے یا وہ جو آپ کی جماعت کے رکن رکین مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے لکھا ہے۔ یا پہلے وہی عقیدہ تھا اور اب اہلسنت کی دار و گیر سے اس عقیدہ میں کچھ تبدیلی کر لی گئی ہے جس طرح آریہ سماج ہر سال علماء اسلام کے اعتراضات سے عاجز آ کر اپنے مذہب میں کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب: مولوی صاحب آپ نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ میرا مطلب بھی یہی تھا کہ

ابتدائے آفرینش سے دخول جنت اور دوزخ تک کے تمام علوم دے دیئے گئے وہ پچاس ہزار برس کا زمانہ قیامت ہی کا تو ہے آپ کو اتنی بھی خبر نہیں۔ مولوی صاحب اتنی بے خبری سے کام مت لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہ محض آپ کی تاویل ہے کیوں کہ جب محاورات میں قیامت تک کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے قیامت کا آنا مراد ہوا کرتا ہے نہ جنت و دوزخ میں داخل ہونا۔ لیکن چونکہ ہمارا اور دنیا کے تمام اہل عقل کا یہ اصول ہے کہ اگر متکلم اپنے کلام کا کوئی مطلب بیان کرے اگرچہ وہ ایک گونہ بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس کو مان لینا چاہئے۔ اس لئے میں اس کو تسلیم کئے لیتا ہوں۔ یہ اصول آپ ہی کو مبارک رہے کہ متکلم اپنے کلام کا ایک نہایت واضح اور صاف مطلب بیان کرے اور قسم کھا کر کہے کہ میری یہی مراد ہے لیکن آپ حضرات یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں تیرے کلام کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے اگرچہ اس بے چارے کے کلام سے کوسوں دور ہو۔

بہرحال میں اس کو مانے لیتا ہوں کہ آپ کی مراد وہی ہے جو اَلْکَلِمَۃُ الْعُلْیَا میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا تمام علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔ لیکن یہ اور بتلایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط کب عطا فرمایا گیا۔ آیا ولادت باسعادت سے پہلے عالم ارواح میں یا ولادت شریفہ سے بعد کو۔ پھر نبوت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد میں تو ہجرت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد از ہجرت تو کس سنہ میں؟۔

مولوی حشمت علی صاحب : یہ علم محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج عطا فرمایا گیا۔ اور اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا؟

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب! آپ علم غیب کی بحث کرتے ہیں یا نزول قرآن کی؟ ارے صاحب! یہ تو کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ جب آپ کے نزدیک ختم ہوا ہے اسی وقت ہمارے نزدیک بھی ختم ہوا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم یہاں ان باتوں سے کام چلنا دشوار ہے یہ علمی میدان ہے

اگر جناب کو معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو صاف لفظوں میں لاعلمی کا اقرار کیجئے پھر میں مبتلا ؤں گا کہ قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا۔ اور اگر معلوم ہے تو اظہار فرمایئے۔ ہاں آپ کا یہ جملہ کہ علم غیب کی بحث کرتے ہو یا نزول قرآن کی بہت ہی معنی خیز ہے۔ آپ کے نزدیک اس بحث کا علم غیب سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ بہت خوب۔

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب میں کہہ چکا ہوں کہ وہ اتفاقی مسئلہ ہے اس میں جو مذہب آپ کا ہے وہی ہمارا بھی ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں اگر میں بتاؤں گا تو بہت ممکن ہے آپ اس کو نہ مانیں لہذا جو تاریخ ختم نزول قرآن کی آپ بتائیں وہی ہمیں بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب! میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں اور اسی وجہ سے مجھے آپ کے ساتھ بہت زیادہ حسن ظن ہے آپ ان بے کار باتوں سے اس حسن ظن کو ختم مت کیجئے اور علم غیب کی بحث شروع کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانی میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے دو چار رسالے دیکھ کر اس میدان میں قدم رکھنا بجز ندامت کے اور کوئی فائدہ نہیں بخشتا۔ دو مرتبہ میں سوال کر چکا ہوں اور بحمد اللہ قرآن عزیز سے آپ کی اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی ناواقفی آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے۔ اب پھر تیسری مرتبہ وہی سوال کرتا ہوں اگر اب بھی جناب نے جواب نہ دیا تو انشاء اللہ آپ کی اور آپ کے موکلہ ساری رضاخانی جماعت بالخصوص مولوی رحم الٰہی صاحب کی لاعلمی پر ایسی رجسٹری ہوگی جس کو دنیا دیکھے گی۔ اگر آپ اس کے لئے کچھ مہلت طلب کریں وہ بھی دی جا سکتی ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے بہت دیر عرق ریزی کے بعد کسی رسالہ سے ایک عبارت نکال کر دی۔ مولوی حشمت علی صاحب بڑی مسرت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لیجئے مولوی صاحب آپ کہتے تھے کہ حشمت علی کو ختم نزول قرآن کی تاریخ معلوم نہیں اب حشمت علی ہی آپ کو بتائے دیتا ہے۔ سنئے۔ روی[1] ابن جریر اللہ

---

[1] اس روایت کے پیش کرنے سے چونکہ مولوی حشمت علی اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی جہالت اور حماقت ثابت ہوتی ہے اس لئے رضاخانی روئیداد کے اخیر صفحات میں اس روایت کا صاف انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کو ہمارا جھوٹ بتلایا گیا ہے لیکن ہم کو امید ہے کہ سنبھلی کا تعلیم یافتہ طبقہ آج تک اس بحث کو نہ بھولا ہوگا اور وہ ہماری صداقت کی شہادت دے گا ۱۲

اس روایت کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک برابر وحی نازل ہوتی تھی اور سب سے زیادہ وحی اس روز نازل ہوئی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی ہے۔ اس روایت کے پڑھنے کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اس بے کار بحث میں نہ پڑوں لیکن آپ نے یہ سمجھا کہ حشمت علی کو معلوم ہی نہیں ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے متعلق تو میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ اپنی قابلیت سے مجبور ہیں۔ ہاں مولوی رحم الٰہی صاحب پر حیرت ہے کہ وہ باوجود صدر المدرسین ہونے کے وحی اور قرآن عزیز کا فرق بھی نہیں سمجھے۔ کیا آپ کی جماعت کے محدث ایسے ہی ہوتے ہیں ؟ میرے نزدیک ایسی فحش غلطی اصول الشاشی پڑھنے والا بھی نہیں کرے گا۔ مولوی صاحب ! اگر آپ کو یہ فرق معلوم نہیں تھا تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کرلیا ہوتا ؎

تعلم اذا کنت لست بعالم　　فما العلم الا عند اھل التعلم

تعلم فان العلم ازین للفتٰی　　من الحلۃ الحسناء عند التکلم

ترجمہ ! علم حاصل کر جب کہ تم عالم نہ ہو کیوں کہ علم پڑھنے والوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اور علم حاصل کرو کیوں کہ بات کرتے وقت علم عمدہ لباس سے زیادہ زینت کی چیز ہے۔

مہربان من ! وحی عام ہے اور قرآن خاص۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جو مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے خواہ وہ بذریعہ الہام اور کشف کے ہو یا بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے، اصطلاح شریعت میں وہ سب وحی ہے اور قرآن عزیز اس کا ایک خاص حصہ ہے جس کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ پس جو روایت آپ نے پڑھی ہے اس سے تو محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی ہوئی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس روز تک قرآن عزیز نازل ہوا۔ بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پیشتر قرآن شریف کا نزول ختم ہوچکا تھا۔ افسوس کہ آدھ گھنٹہ کی عرقریزی کے بعد جو کچھ نکالا گیا تھا وہ بھی غلط ثابت ہوگیا۔ اس وقت ہمارے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب دل

میں تو ضرور کہتے ہوں گے کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے کس بلا میں مجھ کو پھنسا دیا ؎

اس کشمکشِ دام سے کیا کام تھا مجھے
اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو

اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے اسی رسالہ میں سے ایک دوسری روایت نکال کر دی۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اس کو پڑھ کر سنا دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ سب سے آخر میں کونسی آیت نازل ہوئی اور اکثر اس طرف ہیں کہ آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے۔ اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی روز دنیا میں رہے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس روایت کے پڑھنے کے بعد بہت جھنجلا کے فرمایا کہ۔ کیا اس کو بھی آپ نہیں مانئے گا۔ اس سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اکیاسی روز پہلے قرآن عزیز کا نزول ختم ہو گیا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے کسی کے رسالوں پر اعتماد کر کے اس میں قدم رکھنا ذلت اور رسوائی ہی کا باعث ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ کو جن لوگوں نے آخری آیت کہا ہے ان کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ احکام کی آیات کے اعتبار سے یہ آخری آیت ہے یعنی اس کے بعد کوئی آیت حلال و حرام کے بارے میں نہیں نازل ہوئی۔ اور دوسری قسم کی آیتیں اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کتب حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس روایت نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے جس کے متعلق پہلے آپ نے بار بار یہی کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں متفق علیہ ہے۔ افسوس کہ آپ رسالے بھی پہلے دیکھ کر نہیں آتے یہیں آ کر دیکھتے ہیں۔

بہر حال بفضلہ تعالیٰ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آپ حضرات کو قرآن شریف سے کتنا تعلق ہے۔ اتنوں میں کسی کو بھی خبر نہیں کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ اسی علم و قابلیت پر اہل حق سے مناظرہ کرنے کی جرأت ہے ؎

بہت کریں آرزو خدائی کی
شان تیری کبریائی کی

خیر تنزل کے درجہ میں میں آپ کی اسی پیش کردہ روایت کو مانے لیتا ہوں۔ اس بنا پر آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان آخری اکیاسی روز کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف میں میرا اور آپ کا کوئی نزاع نہیں۔ کیوں کہ اس میں میرے اور آپ کے کسی کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل نہیں تھا۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بہت سے علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے جتنے کہ نہ کسی نبی کو دیئے گئے۔ نہ کسی ولی کو۔ نہ کسی فرشتہ کو۔ پس اب مولوی صاحب کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر شریف کے آخری اکیاسی روز میں یہ علم محیط عطا فرما دیا گیا۔ کیوں کہ ان کا دعویٰ محض انہیں آخری اکیاسی روز کے متعلق ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے علوم غیبیہ عطا فرمائے کہ جتنے نہ کسی ولی کو دیئے گئے نہ کسی نبی کو۔ نہ فرشتے کو۔ آپ پہلے اس کی تحریر دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے اسی مضمون کی تحریر دے دی۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی اقرار کیا تھا کہ میرے اور علماء دیوبند کے اصول ایک ہیں۔ اور آپ کے علماء دیوبند میں سے مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ۔

" شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے "

دیکھئے اس میں صاف اقرار ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کسی نص سے ثابت نہیں۔ مولوی صاحب آپ اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں

آپ کا اور آپ کے بڑوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان ملعون کا علم بھی زیادہ ہے اور آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ حضور کے برابر کسی ولی کسی نبی کسی فرشتے کو بھی علم غیب نہیں تھا مولوی صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ بتایئے کہ خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے حضور کے علم کو شیطان مردود کے علم سے کم بتایا یا نہیں؟ اس سے حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟ آپ ان سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیں گے تو ہم علم غیب کا مسئلہ آپ کو ۲ منٹ میں سمجھا دیں گے۔ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا مسلمان ہونا تو ثابت کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) اب معلوم ہوا کہ مولوی جم الٰہی صاحب نے کون سی خصوصیت دیکھ کر آپ کو مناظرہ میں کھڑا کیا ہے۔ لیکن میرے محترم آپ کا یہ اختیار کردہ راستہ آپ کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

مہربانم شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ تین روز تک مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہوگا اور اس میں سائل میں رہوں گا۔ آج بحث محض مسئلہ علم غیب کی ہے۔ اس کی نہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی مناظرہ کرنا ہو تو بندہ حاضر ہے لیکن تین دن کے بعد جب مسئلہ علم غیب پر کافی روشنی پڑ جائے۔ اور آپ حضرات کا سنی حنفی ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اگر ابھی شوق ہے تو مجھ کو یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں لہٰذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ کے اسلام پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ اسی وقت ان کا اسلام ثابت کر کے دکھا دے گا۔ یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ آپ کے لئے اسی آخری صورت میں سہولت ہے کیوں کہ مسئلہ علم غیب پر اہلسنت سے بحث کرنا لوہے کے چنے چبانے ہیں۔ اگر آپ کی ساری جماعت مل کر قیامت تک زور لگائے تو مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل اس علم غیب پر نہیں پیش کر سکتی۔

بہر حال اب آپ کے لئے دو راستے ہیں ایک یہ کہ اگر ہمت ہو تو اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علم محیط وفات شریف سے محض اکیاسی روز قبل دے دیا گیا لیکن میں

پیشین گوئی کر چکا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے عجز کا اقرار کریں پھر میں انشاء اللہ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام بھی ثابت کر کے دکھا دوں گا۔ فرمائیے کیا ارشاد ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب رشید احمد و خلیل احمد صاحبان کو کافر کہنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے علم غیب کی بحث کرو۔ ارے صاحب! میں کہہ چکا ہوں کہ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام تو ثابت کر دیجئے پھر علم غیب کا سمجھا دینا ہمارا کام ہے۔ بس ۲ منٹ میں سمجھا دیں گے۔ دیکھئے پھر سن لیجئے کہ آپ کے خلیل احمد صاحب اپنی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر یہ لکھ رہے ہیں کہ

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے"

میرا سوال یہ ہے کہ گنگوہی و انبیٹھی صاحبان نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا یا نہیں۔ اس میں حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ اور لیجئے آپ کے مولوی تھانوی صاحب اپنے حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضورؐ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا یا نہیں۔ یہ حضورؐ کی توہین ہے یا نہیں؟ تھانوی صاحب آپ کے نزدیک کافر ہوئے یا نہیں؟ آپ پہلے ان چھ سوالات قاہرہ کا جواب دیجئے اس کے بعد ہم سے دلیل لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حاضرین! ہمارے فاضل مخاطب کی دیدہ دلیری اور حیا داری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ گفتگو محض مسئلہ علم غیب پر ہوگی۔ اور سوال کا حق بس مجھ کو ہوگا لیکن ہمارے مخاطب صاحب ہر مرتبہ غلط مبحث کرنے کے لئے خارج از بحث باتوں میں سارا

وقت صرف فرما دیتے ہیں۔

مہربانم! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مباحثہ دردؔ میں (جس کا یہ مباحثہ تتمہ ہے) میں اپنے بڑوں کا اسلام آپ کے استاد مکرم جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کے مقابلہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ وہاں مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ وغیرہ کی انہی عبارات پر دو روز متواتر گفتگو رہی تھی۔ آپ مولوی رحم الٰہی صاحب سے کہتے کہ انہوں نے محض مسئلہ علم غیب پر مباحثہ طے کر کے کیوں آپ کو مصیبت میں دے دیا۔ اس وقت آپ کا یہ اِدھر اُدھر ہاتھ پیر پھینکنا بے سود ہے۔ اور اگر انہی عبارات پر بحث کرنی تھی تو آپ نے پہلے میرے تنقیحی سوالات کا جواب کیوں دیا۔ لیکن آپ کو کیا خبر تھی کہ دعوے کی تنقیح کے بعد ایسی مصیبت کبریٰ قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد میں حاضرین کی طمانیت کے لئے یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ جو عبارات مولوی صاحب نے براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی پڑھ کر سنائی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ براہین قاطعہ کی اس عبارت سے پہلے اور بعد میں جو عبارت ہے اگر مولوی حشمت علی صاحب اس کو بھی پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ حاضرین خود اس سے براہین کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیتے اور ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا آپ حضرات کے نزدیک بھی شرک محض ہے۔ خیر مولوی صاحب نے تو نہیں پڑھی لائیے میں پڑھ کر سنائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم صلعم کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ صاحب براہین اس علم کے ثابت کرنے کو شرک بتا رہے ہیں جو علاوہ عطاء خداوندی کے کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے نہ اس کو جو بعطاء الٰہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر اسی بحث میں کچھ دور چل کر فرماتے ہیں۔

"عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات

کا خلل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں ... پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی ..... اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں "

پھر فرماتے ہیں کہ۔

علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے "

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضول سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد فرماتے ہیں " الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بعطاء الٰہی حاصل ہے) محیط زمین کا علم (یعنی ذاتی[1]) فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا (یعنی اس الگل سے کہ جب آنحضرت صلعم شیطان و ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس فضیلت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی فخر عالمؐ کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی) کیوں کہ قیاس فاسد اور محض الگل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا کون نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے "

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مرحوم اسی وسعت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا

---

[1] اس لئے کہ مولانا مرحوم آئندہ سطر میں اس کو شرک بتا رہے ہیں اور شرک ان کے نزدیک وہی ہے جو عطائی کے علاوہ مانا جائے۔ جیسا کہ پہلے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ معلوم ہو جائے گا۔

شرک ہے اور یہ حضرت مولانا کی سب سے پہلی سطر نے بتلا دیا تھا کہ شرک اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاء خداوندی کے علاوہ ثابت کیا جائے۔ الغرض اس عبارت سے پہلی عبارت اور اس کے متصل ہی اس سے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اسی وسعت علمی کی نفی فرما رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر بغیر عطاء خداوندی مانی جائے اور اسی کو شرک قرار دے رہے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ چند ہی سطر بعد مولانا مرحوم نے صراحتاً یہ بھی لکھ دیا کہ یہ بحث علم ذاتی میں ہے نہ عطائی میں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان سے گھٹا دیا یہ ہے ان حضرات کی دیانت۔ چنانچہ چند ہی جملوں کے بعد مولانا رح کی یہ عبارت ہے۔ اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلاء کا عقیدہ ہے۔

الغرض اس عبارت میں مولانا وسعت علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کرنا ہرگز حضورؐ کی توہین نہیں۔ قرآن عزیز نے بہت سی جگہ علم ذاتی کی نفی کی ہے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو "خالص الاعتقاد" میں یہ لکھتے ہیں کہ۔ قرآن عزیز میں جتنی جگہ بھی حضور سرور عالم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں علم ذاتی ہی مراد ہے۔ تو کیا معاذ اللہ قرآن عزیز نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور نقل کفر کفر نہ باشد تو کیا آپ معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ پر کفر کا فتوے دیں گے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو اسی "خالص الاعتقاد" میں یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور اقدسؐ کے لئے ذرہ بھر کا علم ذاتی ثابت کرنا بھی شرک ہے۔ تو پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہی نے کون سا بھس ملا دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ع

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است[1]

علیٰ ہذا ہمارے مخاطب صاحب نے حفظ الایمان کی بھی جو عبارت پڑھی ہے اس سے ماقبل و مابعد کی عبارت

---

[1] حفظ الایمان کی عبارت کی مکمل بحث صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ ہو جس میں تقریباً تیس صفحات پر یہی بحث اور رضاخانیوں کی ساری ہرزہ بافیوں کا نہایت مکمل و مفصل جواب ہے۔

[2] براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق جو اضافہ رضاخانی روئداد میں بعد میں کیا گیا ہے اس کا جواب غور کرنے والے کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی اسی تقریر سے مل سکتا ہے اور مزید تفصیل حضرت مولانا مظلہٗ کی بے نظیر کتاب "سیف یمانی" میں دیکھی جائے جس کے بعد کسی

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اگر دیکھی جائے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ حضرت مولانا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و عمرو وغیرہ کے برابر ہے اور نہ کوئی مسلمان بلکہ انسان ایسی بے ہودہ بات کہہ سکتا ہے۔ مولانا کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کے اس بے ہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی بعض باتوں کا بھی علم ہو اس کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ لازم آتا ہے کہ زید و عمرو حتی کہ جانوروں اور پاگلوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ان چیزوں کو بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہوگا اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے۔ ذرا انصاف سے کام لیجئے۔ مولانا نے حضور اقدس کے علم شریف کو ان چیزوں کے برابر بتلایا یا آپ کو برابری سے بچانے کی کوشش کی؟

حفظ الایمان کی جو عبارت آپ کے مخاطب نے پڑھی ہے اس کے بعد یہ عبارت موجود ہے کہ۔

"جس قدر علوم لازمۂ نبوت تھے وہ بتمامہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے"

کیا اس شخص کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل ہوں وہ آپ کے علم شریف کو ان حقیر چیزوں کے برابر بتلا سکتا ہے ذرا کچھ تو عقل سے کام لیجئے۔

الغرض مسلمان مطمئن رہیں کہ بحمد اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں جو ہمارے مخاطب صاحب نے بیان کیا اور نہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے بھی "بسط البنان" میں اس کو خارج از اسلام لکھا ہے۔ اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی براہین قاطعہ کی ابتداء ہی میں تحریر فرما رہے ہیں کہ

"پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ ۱۲

لیکن ہمارے مخاطب صاحب اور ساری رضا خانی جماعت کی بالکل وہ مثال ہے کہ کسی نے ساون میں آنکھیں بنوائی تھیں تو اس کو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ اسی طرح اللہ کی عنایت سے ان حضرات کو کچھ کفریات سے اس قدر محبت ہے کہ جس عبارت کو بھی دیکھتے ہیں کفر ہی کفر نظر آتا ہے کسی نے اپنے محبوب کے بارے میں کہا ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

خیر یہ تو حاضرین کو غلطی سے بچانے کے لئے عرض کر دیا گیا۔ آپ سے پھر وہی گزارش ہے کہ اس حیلہ بازی کو چھوڑ کر مسئلہ علم غیب پر کوئی دلیل پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیے یا اپنے عجز کی تحریر دے دیجئے۔ پھر چھ نہیں چھ سو سوال کیجئے انشاء اللہ العزیز سب کا جواب دیا جائے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : بھائیو! آپ نے سنا مولوی صاحب نے براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب یہ دیا ہے کہ صاحب اس میں وسعت علم ذاتی کی نفی ہے۔ اچھا صاحب اگر ذاتی کی نفی ہے تو کیا[1] مولوی خلیل احمد صاحب شیطان کے لئے علم ذاتی مانتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ارے شیطان کے لئے علم ذاتی ثابت کرنا شرک نہ ہو اور پیارے مصطفیٰ کے لئے اگر ثابت کیا جائے تو شرک ہو جائے۔ یہ ہے دیوبندی دھرم دیکھا تم نے مسلمانو! ہمارے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ۔

"جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمامہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل تھے"[2]

اچھا تو میں پوچھتا ہوں کہ بموجب[3] تھانوی صاحب کے دھرم[4] میں جانوروں کو بھی حضور کے برابر علم ہے اور

---

[1] حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک تو کسی مخلوق کو بھی علم ذاتی حاصل نہیں بلکہ اس کا ثابت کرنے والا مشرک ہے جیسا کہ روئداد ہذا کے صفحہ سطر میں مذکور ہوا۔ ہاں البتہ کسی بڑے مشرک بندہ شیطان کا یہ عقیدہ ہو تو عجب نہیں۔ مولانا مرحوم کا مطلب تو یہ ہے کہ ساری زمین کا علم محیط جو کہ کمالات نبوت کے سامنے بالکل ہیچ ہے محض اس قیاس سے حضور اقدس کے لئے ثابت نہ کرنا چاہئے کہ جب ملک الموت وغیرہ کو بعض زمین کا علم بعطاء خداوندی حاصل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنی افضلیت کے اپنے اندر خود ہی اس سے زیادہ یعنی ساری زمین کا علم محیط از خود بغیر عطاء خداوندی پیدا کر لیں گے۔ مزید تفصیل الشہاب المرجوم اور سیف یمانی میں ملاحظہ ہو۔

[2] حضرت مولانا دام مجدہم کا عقیدہ تو ابھی "بسط البنان" سے نقل ہو چکا کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حضور کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے تو ضرور حیوانات کو بھی حاصل ہوں گے اور جب ان کو علوم لازمۂ نبوت ہوں گے تو وہ نبی بھی ہوسکیں گے۔ تو بتلائیے کیا آپ کے دھرم میں گدھا بھی نبی ہوسکتا ہے، سؤر بھی نبی ہوسکتا ہے، کتا بھی نبی ہوسکتا ہے، مکھی، مکڑی، مچھر، پسّو بھی ہوسکتے ہیں۔ اگر ہوسکتے ہیں تو کبھی نبی ہوئے ہیں یا نہیں اگر ہوئے ہیں تو ان کا ذکر قرآن میں حدیث میں کہیں ہے۔ آپ دکھا سکتے ہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ گدھے، کتے، سؤر کو کتنا علم غیب تھا۔ مچھر، پسّو، مکڑی، مکھی وغیرہ کو کس قدر علم غیب تھا اور کس نص قطعی سے ثابت ہے۔ میرے چھ سوال پہلے آپ پر سوار ہیں اور نو یہ سوار ہوئے آپ پہلے ان پندرہ سوالات قاہرہ کو اپنی پیٹھ سے اتار دیجئے۔ اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل بھی پیش کردیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) اگر اس سخت کلامی سے جناب کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی جواب ترکی بترکی دوں اور دونوں جماعتوں میں اشتعال پیدا ہوکر تصادم ہوجائے اور آپ کی جان مناظرہ سے چھوٹ جائے تو یہ خیال غلط ہے ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

قرآن عزیز نے ہم کو پہلے ہی یہ بتلا دیا ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران ۳-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور تکلیف دہ باتیں سنوگے اگر تم نے صبر اور تقوے سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہٰذا ان کا تو یہ مذہب ہو نہیں سکتا۔ ہاں رضاخانی دھرم میں ایسی خرافات کا ہونا ممکن ہے کیوں کہ ان کے خانہ ساز مذہب میں خدائے قدوس کے لئے بھی بری سے بری صفات ماننا عین اسلام ہے۔ دیکھو فتاوی رضویہ ص ۴۵، و ص ۴۷۔ اور تسبیح شیطانی وغیرہ۔

لہذا میں آپ کی اس سخت کلامی پر صبر کرنے کو اپنے کمال ایمان کی علامت سمجھتا ہوں اور اس پر فخر کرتا ہوں۔ ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور اپنے احباب سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی صبر سے کام لیں اور پوری طرح متبع سنت ہونے کا ثبوت دیں اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی ان خرافات کی طرف متوجہ ہو جاؤں اور مسئلہ علم غیب پر روشنی نہ پڑے اور آپ کا خارج از اہلسنت اور خلاف خدا و رسول، مخالف فقہ حنفی غیر مقلد ہونا لوگوں کو معلوم نہ ہو تو یہ بھی غلط ہے۔ بحمداللہ بندہ ان چالوں میں آنے والا نہیں ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں
کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

بندہ نواز یہاں کی پبلک اتنی جاہل نہیں کہ آپ کی ان چالوں کو نہ سمجھے۔ حاضرین آپ کی ان کاروائیوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ آپکے پندرہ سوال، سوال نہیں بلکہ مناظرے سے بھاگنے کے راستے ہیں۔ لہذا میں بطور خیر خواہی عرض کرتا ہوں کہ اگر کچھ رہا سہا وقار قائم رکھنا ہے تو علم غیب پر دلیل پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔ آپ کے یہ پندرہ سوال قطع نظر اس سے کہ اصول مناظرہ کے خلاف ہیں کیونکہ از روئے شرائط مناظرہ میں سائل نہیں اور آپ مجیب ہیں ان سب کا جواب اسی تقریر میں ہو چکا ہے[1] جو حاضرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے میں نے کی تھی

---

[1] کیوں کہ یہ سوالات اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ علم زید وعمرو وغیرہ کو علم نبوی کے مساوی قرار دیا ہو۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم عطائی کے اثبات کو شرک کہا ہو۔ اور جب کہ یہ ثابت کر دیا گیا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے برابری کا اثبات نہیں کیا بلکہ رضا خانیوں کو برابری سے بچایا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم ذاتی کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے نہ علم عطائی کے ثابت کرنے کو تو ایسے سوالات کو پیش کرنا سراسر حماقت اور جہالت ہے۔

اب ان سوالات کا پیش کرنا آپ ہی کی حیا داری ہے۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مناظرہ کا یہی رنگ رہا۔ مولوی حشمت علی صاحب اپنے انہیں مایۂ ناز سوالات کو دوہرا دیتے تھے اور اسی گندہ دہنی سے کام لیتے تھے جو خان بریلوی کے گھر کی ممتاز دولت ہے اور جس پر رضاخانیوں کو ناز ہے۔

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مناظر اہلسنت اس کے جواب میں صرف یہ فرما دیتے تھے کہ آج بحث حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی نہیں ہے مسئلہ علم غیب کی بحث ہے۔ آپ مدعی ہیں اگر کوئی گری پڑی بھی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر، چڑیا کے پر کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ آپ اور آپ کی ساری جماعت اگر زور لگائے تو قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ علم غیب پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے۔ اور پھر پندرہ نہیں پندرہ سو سوالات کیجئے اور ان سب کے شافی جواب لیجئے۔ آپ نے جو کچھ سخت کلامی میرے یا میرے اکابر و مشائخ کے متعلق کی ہے میں اس کو معاف کرتا ہوں ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ دن اسی طرح ختم ہوا۔ اور دوسرے روز ۹ بجے صبح کو اسی طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ وقت صبح

○

مولانا محمد منظور صاحب: (خطبہ مسنونہ) رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔ اما بعد!

کل ہمارے فاضل مخاطب نے نہایت بے دردی کے ساتھ سارا وقت بے کار باتوں میں ضائع کر دیا تھا اور حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی ایک خارجی بحث شروع کر دی تھی۔ جس کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میں نے بار بار دلیل کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس مطالبہ کے جواب میں مولوی صاحب نے ہر مرتبہ اپنے پندرہ یا سولہ نہایت معقول سوالات کی ایک فہرست پڑھ کر سنا دی۔ جس کی معقولیت یا نامعقولیت پر روشنی ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ حاضرین خود فیصلہ کر لیں بلکہ کر چکے۔ لیکن بہرحال کل مولوی صاحب ایک درجہ معذور بھی تھے۔ کیوں کہ مناظرہ بلائے ناگہانی کی طرح سر پر آگیا تھا۔ شاید مسئلہ علم غیب کے متعلق رسالے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ لہذا ان سوالات کے سوا وقت پورا کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن خیر اب وہ وقت بھی گزر گیا اور مولوی صاحب کو رسالے دیکھنے کے لیے کل سے اب تک تقریباً ۲۰ گھنٹے کی مہلت بھی مل گئی۔ لہذا رات بھر کے مشوروں کے بعد اگر کوئی دلیل کہیں سے نکالی ہو تو پیش فرمائیے۔ لیکن اپنا دعوٰے یاد رہے۔ آپ کا دعوٰے یہ ہے کہ۔

"اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط حضورؐ کی وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے عطا فرمایا ہے"

آپ کے پاس کون سی ترازو ہے جس سے آپ نے حضور کے علم شریف کو تول کر یہ حکم لگایا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : ایک خطبہ طولانی کے بعد۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

حضرات میں تو اس تمنا پر تھا کہ مولوی صاحب نے میرے سوالات قاہرہ کا رات بھر محنت کر کے کچھ جواب سوچا ہوگا مگر اس وقت جب کھڑے ہوئے تو میری سب آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ علم غیب پر دلیل لائیے۔

مولوی صاحب! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ان سوالات قاہرہ کے جوابات دیجئے۔ اور اس وقت یہ پانچ سوال اور کئے جاتے ہیں۔

۱ : کیا شرک نص سے ثابت ہو سکتا ہے۔

۲ : کیا یہ ممکن ہے کہ بہائم کو علم غیب ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو۔

۳ : میں نے کل یہ کہہ دیا تھا کہ جلدی مت کیجئے۔ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے تو اس میں آپ کی توہین ہو گئی اور مولوی خلیل احمد صاحب نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۴ : میں نے کل کہا تھا کہ ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا کام تو اس میں آپ کے صدر صاحب کے نزدیک توہین ہوگئی اور تھانوی صاحب نے حضور کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۵ : آپ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے حضور کے علم کو کس ترازو میں تولا۔ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس وہ کون سی ترازو ہے جس میں آپ نے حضور اقدس کے علم کو تول کر یہ حکم لگایا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔

آپ پہلے ان پنج سوالات قاہرہ کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل پیش کریں گے آپ یہ کہتے ہیں کہ میں سائل ہوں مجیب نہیں۔ لیکن یہ غوث پاک کی کرامت ہے کہ انہوں نے آپ کو مجیب بنا دیا۔ اگر آپ مجیب نہ تھے تو آپ نے کل حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب کیوں دیا ۔ تھانوی صاحب کی محبت آپ کے دل میں جگہ کر گئی۔ وہ حضور کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ارے کیا آپ کو گنگوہی صاحب حضور سے زیادہ محبوب ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے محبت کرے وہ ہمارے نزدیک مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس اجمعین۔

کوئی شخص تم میں سے مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

بحمد اللہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ایک حضرت گنگوہی کیا سینکڑوں کروڑوں مولانا رشید احمد قربان ہوں حضور کی

خاک پا پر۔ اللہ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقۂ مبارکہ کی خاک پا کے برابر بھی ہمارے قلب میں مولانا رشید احمد صاحب وغیرہ کی حرمت نہیں اور جو بھی کچھ تھوڑی بہت حضرت گنگوہی رح سے ہے وہ بھی محض اس وجہ سے ہے کہ وہ حضور اقدس کے غلام اور سچے عاشق ہیں۔ آپ نے مجھ پر یہ افترا کیا ہے کہ معاذ اللہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حضرت گنگوہی رح کی محبت ہے۔ میں اس کا انتقام خدا کے یہاں لوں گا وہ خوب دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ رہے آپ کے سوالات ان کا وہی ایک جواب ہے کہ وہ خارج از بحث ہیں ان کا جواب از روئے شرائط اصول مناظرہ ضروری تو ضروری درست بھی نہیں کیونکہ آپ محض مجیب ہیں آپ کو کسی سوال کا حق نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرۃ غوث پاک نے مجھے سائل اور تم کو مجیب بنا دیا۔ بہت خوب۔ تو معاذ اللہ حضرت غوث پاک کا کام یہی غصب کرانا اور سائل کا حق مجیب کو دلانا ہے؟ آپ کیوں خواہ مخواہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دامن کو ایسا دھبہ لگاتے ہیں۔ کیا یہی حضرت غوث پاک کی محبت ہے؟ استغفر اللہ۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تو نے پہلے حفظ الایمان اور براہین کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تو مہربان من! اس کا جواب یہ ہے کہ شاید جناب کو یاد نہیں رہا۔ میں نے اسی وقت یہ عرض کر دیا تھا کہ۔

" حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے حفظ الایمان اور براہین کی عبارت پڑھنے میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے "

الغرض وہ جو کچھ عرض کیا گیا تھا محض حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے عرض کیا گیا تھا نہ آپ کے سوالات کے رد کرنے میں۔ میرے نزدیک تو از روئے اصول مناظرہ آپ کے ان سوالات کا جواب جائز ہی نہیں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس سے آپ کے سوالات کا کافی جواب بھی ہو گیا۔

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ تمہارے پاس کون سی ترازو ہے جس سے تم نے یہ معلوم کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔ اگرچہ بحیثیت مدعی ہونے کے یہ آپ کا فرض تھا کہ آپ کوئی ترازو بتاتے جس سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل تھا۔ لیکن چونکہ بحمد اللہ کل اور آج کی بحث سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں آپ کے پاس علم غیب کے بارے میں مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اب میں ہی آپ کو وہ ترازو بتاتا ہوں۔ سنئے اور غور سے سنئے۔

ہمارے پاس کوئی خانہ ساز ترازو نہیں بلکہ ہمارے پاس وہ کانٹا ہے جو حق و ناحق کے جانچنے کے لئے آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تھا۔ وہی حق کا کانٹا اور وہی حق کی کسوٹی ہم کو بتاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان ومایکون کا علم نہیں تھا۔

قال اللہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ الآية

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔ اور نہ ان کی شان کے مناسب ہے۔

علامہ نسفی حنفیؒ اپنی مشہور و معتبر تفسیر مدارك التنزیل میں فرماتے ہیں۔

وما علمناه الشعر اى قول الشعراء - یعنی نہیں سکھایا ہم نے ان کو شعر یعنی شعراء کا قول۔

اس آیت کریمہ اور تفسیر مدارك کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا۔ اور وہ بھی ماکان ومایکون میں داخل ہے۔ لہٰذا اس خدائی ترازو اور خدائی کسوٹی سے معلوم ہو گیا کہ ماکان ومایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جنکا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ شعر کا علم اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک نہیں دیا ہو گا بعد میں دے دیا گیا ہو گا۔ جیسا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے فرمایا ہے کہ اس علم محیط کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیاسی روز قبل ہوئی ہے لیکن قرآن عزیز نے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر اس شبہ کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ یہ علم حضور کے لئے مناسب ہی نہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی وقت بھی حضور کو یہ علم دیا گیا ہو۔ اور اس مناسب نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی قرآن عزیز پر ایک قسم کا پردہ پڑتا تھا۔ اگر حضورؐ کو شعر کا علم دیا جاتا تو کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ صاحب ان کو تو شعر کا علم آتا ہی تھا اگر انہوں نے خود بخود قرآن شریف بنا لیا ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے حضورؐ کو شعر کا علم نہیں دیا۔ اور قرآن عزیز میں وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر مسئلہ علم غیب کا بھی خاتمہ کر دیا۔

میں نے تو اپنی ترازو بتلا دی اب آپ بھی کوئی ترازو پیش کیجئے۔ یا آپ کی ترازو یہی بیس سوالات ہیں۔ یہ مسئلہ علم غیب کی ترازو تو ہیں نہیں۔ ہاں آپ کے علم و قابلیت کی ضرور ترازو ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ ہمارے سوالات کا جواب دیں گے یا نہیں۔ اگر آپ کے جی میں نہ ہو تو پھر ہم آپ کی دلیل ہی کو توڑیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں شرائط اور اصول مناظرہ سے مجبور ہوں۔ جب تک کہ یہ بحث علم غیب کی ختم نہ ہو جائے گی میں ہرگز ان خرافات کا جواب نہیں دوں گا جس کا نام آپنے سوالات رکھا ہے۔ البتہ اگر آپ اپنے اس مصنوعی عقیدہ سے توبہ کر لیں یا مجھ کو عاجزی کی تحریر دے دیں تو ابھی اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : ہمارے مخاطب صاحب نے آیت " وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ " پڑھی ہے اس پر آپ سے دو سوال ہیں۔ ۱ بتلائیے کہ علم کے کیا معنی ہیں ؟ ۲ شعر سے اس جگہ کیا مراد ہے ؟ دیکھئے ہمارے بیس سوال آپ پر جوں کے توں قائم ہیں ان کو آپ نے ابھی نہیں اٹھایا ہے شاید آپ بھول گئے۔ لہذا میں پھر سنائے دیتا ہوں (اس کے بعد انہیں نام نہاد سوالات اور درحقیقت خرافات کا پھر اعادہ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا) مولوی صاحب میں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ آپ پہلے ہمارے ان بیس اور دو بائیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم غیب کا مسئلہ دو منٹ میں سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) میں نے بطور پیشین گوئی عرض کیا تھا کہ بریلوی جماعت مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے عاجز اور بالکل عاجز ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ گنہگار کی یہ پیشگوئی سچ کر دکھائی۔ اس وقت تک کی بحث سے آپ حضرات نے بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ ہمارے فاضل مخاطب سب کچھ کر سکتے ہیں گالیاں بھی دے سکتے ہیں۔ زور سے بھی بول سکتے ہیں۔ نقل بھی اتار سکتے ہیں۔ لیکن دلیل پیش کرنے سے بالکل ہی عاجز ہیں۔ اور اس عاجزی پر پردہ بھی نہیں ڈال سکتے۔ وللہ الحمد۔

آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ فرمایا تھا کہ اگر آپ کا ارادہ سوالات کے جواب دینے کا نہ ہو تو ہم تمہاری دلیل کو توڑ دیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ تاوقتیکہ مسئلہ علم غیب کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو جائے میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال تھا کہ اب ہمارے مخاطب صاحب میری پیش کردہ دلیل پر ہی کچھ اعتراض کریں گے لیکن آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ "شعر سے کیا مراد ہے۔ علم کے کیا معنی ہیں"۔ کیا انہی سوالات سے قرآن عزیز کے نص قطعی کو توڑا جائے گا۔ کیا آپ ہی وہ نازک خیال ہیں جو شیشہ سے پتھر کو توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

نازک خیالیاں میری تڑپیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

خیر چونکہ آپ کے ان دونوں سوالوں کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے ہے لہذا جواب دیتا ہوں۔ علم کے معنے صراح (بلکہ میزان) میں ہیں دَانِسْتَنْ یعنی جاننا۔ شعر کی مراد۔ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ تفسیر مدارک التنزیل سے بتا چکا ہوں۔ یعنی قولِ شعراء۔

اس کے بعد بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمت کی تو انشاء اللہ العزیز چالیس آیتیں قرآن عزیز سے پیش کروں گا۔ آپ ذرا جواب ہی دینے کی ہمت کیجئے۔ جس میں سے ایک پیش کر چکا ہوں اور دوسری سنئے۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى۔ (طٰہٰ۔ ع ۱)

بے تحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قیامت کے چھپانے کا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے جو ارادہ کرتا ہے اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ لہذا ضرور اس نے قیامت کو چھپایا ہوگا۔ اور کسی کو بھی نہیں بتلایا ہوگا۔ سید المفسرین حبر الامت سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ علمه الكتاب کہ اے اللہ میرے اس چچا زاد بھائی کو قرآن کا علم دے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يقول لا اظهر عليها احدا غيري۔ (رواه ابن ابی حاتم)

یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اپنے سوا اس قیامت پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے)۔

اور ایسا ہی ہوا بھی کہ کسی کو اللہ تعالےٰ نے اس کا علم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت قتادہ بھی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولعمری لقد اخفاها اللہ من

بخدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالےٰ نے مقرب

الملئکۃ المقربین ومن الأنبیاء فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔
المرسلین (رواہ ابن المنذر وابن ابی حاتم)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے ضرور اسے یہ علم تھا کہ تیرہویں صدی کے آخر میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام ماکان ومایکون کا علم ثابت کرے گا اس لئے غالباً اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس فرقہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اس مسئلہ کو قرآن شریف میں بھی زیادہ صاف کیا جیسا کہ کچھ معلوم ہو چکا اور کچھ معلوم ہو جائے گا اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی بہت زیادہ صاف کرایا جیسا کہ انشاء اللہ میں ثابت کروں گا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ امت کو اس کا مشاہدہ کرا دیا کہ ہم نے بعض ماکان ومایکون کا علم نہ افضل البشر سید الانبیاء یوم الحشر کو دیا ہے اور نہ افضل الملائکۃ المقربین سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو۔ اوروں کی تو ہستی بھی کیا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف ومسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں بکثرت یہ روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بدوی کی صورت میں تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر دریافت کیا کہ احسان کیا ہے؟ آنحضرت نے اس کا بھی جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام دریافت فرماتے ہیں۔ متی الساعۃ یعنی قیامت کب آئے گی؟ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ ما المسئول عنھا باعلم من السائل یعنی قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ یعنی اس کا علم نہ مجھ کو ہے اور نہ تم کو۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول (جل ذکرہ وصلی اللہ علیہ وسلم) ہی خوب جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انہ جبرئیل جاء لیعلمکم دینکم یہ جبرئیل امین تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ یعنی ان سوالات سے مقصد خود دریافت

کرنا نہیں تھا بلکہ تم کو بتلانا مقصود تھا۔

دیکھئے اس جگہ اللہ تعالےٰ نے صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل سے قیامت کا سوال کرا کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ دلوا کے کہ ماالمسئول عنھا باعلم من السائل صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو یہ مشاہدہ کرا دیا کہ بعض ماکان ومایکون کا علم نہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور نہ سید الملائکہ کو۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں جاء لیعلمکم دینکم (تمہارا دین تم کو سکھانے کے لئے آئے تھے) فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ قیامت کا علم کسی کو نہ ہونا یہ دین کا جز ہے۔ جس طرح ایمان وسلام واحسان سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح اس عقیدہ کی بھی ضرورت ہے کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کسی کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ تمام ماکان ومایکون کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ ہاں جو علوم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ سب آپ کو حاصل تھے اور جو شان نبوی کے مناسب نہ تھے وہ آنحضرت کو نہیں عطا فرمائے اور اس سے آنحضرت کی کوئی شان نہیں گھٹتی۔ جس طرح کہ خالق اور رزاق نہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھا خدا اپنے محبوب کے دشمنوں سے یوں اقرار کراتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منکروں سے یوں کہلوا لیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو خبر بھی نہیں ہوئی اور وہ پیارے مصطفیٰ کے علم غیب کا اقرار کر گئے۔ آپ تعجب نہ کیجئے میں ابھی بتلائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

ابھی مولوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ جس قدر علوم حضور کی شان کے مناسب تھے وہ سب حضور کو حاصل تھے۔ کیوں بھائیو! کہا ہے یا نہیں؟ (ہاں صاحب ہاں) بس میں کہتا ہوں کہ حضور کے مناسب یہی ہے کہ تمام ماکان ومایکون کا علم ہو۔ اب تو آپ نے خود ہی اقرار کر لیا۔ اب علم غیب پر مناظرہ کیا ہوگا۔ چلئے اب تو آپ کی ہوس بھی مٹ گئی۔ رسول پاک نے اپنے علم غیب کا اقرار خود آپ سے کرا لیا۔ اب تو آپ ہمارے سوالوں کا جواب دیجئے۔ یا اب بھی آپ نہیں دیں گے۔ ہمارے پہلے بائیس سوال جن کو مولوی صاحب نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے یہ ہیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست پھر پڑھ کر سنا دی) اسکے بعد کہا بائیس تو یہ ہیں اب ان پر تین سوالوں کا اور اضافہ

کرتا ہوں۔

۱ : وما علمناہ الشعر میں شعر سے شعر عروضی مراد ہے یا منطقی۔

۲ : اکاد اخفیھا پر میرا یہ سوال ہے کہ یہ اخفا کب تک رہے گا۔

۳ : ما المسئول عنھا باعلم من السائل کا تو یہ مطلب ہے کہ میں تم سے زیادہ اس کو جاننے والا نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی ہے آپ نے نفی کہاں سے نکالی۔

بائیس پہلے تھے اور تین یہ ہوئے۔ آپ پہلے ان پچیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آگے بڑھئے۔ میں آپ کو ہرگز نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ کو علم غیب کی نفی میں آیتیں حدیثیں پڑھنی آتی ہیں اپنے اور اپنے بڑوں کے سر سے کفر اٹھانا نہیں آتا۔ آپ علم غیب کا اقرار کر چکے ہیں۔ لہذا اس کو تو اب چھیڑیئے ہی مت۔ اب بس جلدی سے ہمارے سوالات کا جواب دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بعد از خطبہ مسنونہ، ہمارے مخاطب فرماتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ ہوگیا اور تو نے خود ما کان ومایکون کے علم کا اقرار کر لیا۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے وہی مناسب ہے۔ آپ نے تقریر تو بڑے زور شور سے کی اور واقعی بات بھی ایسی ہی عجیب کہی ہے کہ سوا اس شخص کے جو ایک زمانہ تک بریلی میں رہا ہو، دوسرا شخص مشکل ہی سے کہے گا۔ لیکن ذرا ایمان کی خبر لیجئے۔ آپ نے صریح قرآن عزیز کا معارضہ کیا ہے قرآن شریف تو صاف الفاظ میں کہتا ہے " وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ " جس سے صاف معلوم ہوتا کہ ما کان ومایکون میں سے شعر کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام ما کان ومایکون کا علم ہی (جس میں شعر بھی داخل ہے) شان نبوی کے مناسب ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ پھر یہ کہ آپ کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ جوئے بازی شراب سازی وغیرہ کا علم بھی معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہو۔ کیوں کہ یہ چیزیں بھی ما کان ومایکون میں داخل ہیں حالانکہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا ان چیزوں کا علم بھی آپ کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے۔ پھر تو آپ نے شان نبوت کی بہت ہی توقیر وتعظیم کی۔

ہمارے مخاطب صاحب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اب علم غیب کی بحث کو نہ چھیڑیئے وہ ختم ہوگئی

مہربان من ! ابھی تو ۲ آیتیں ہی پیش ہوئی ہیں اڑتیس ۳۸ باقی ہیں۔ آپ کا ابھی سے یہ حال ہے ہمیں تو ابھی اس مسئلہ پر بہت کچھ کہنا ہے ۔ ع

سحر ہے دور ترا رنگ ــــ فق ابھی سے ہے

اس کے بعد میں ان سوالات کا جواب دیتا ہوں جو جناب نے میری تقریر پر فرمائے ہیں۔

۱ : شعر سے وہی مراد ہے جس کو اہل عرب اپنے محاورات میں شعر کہتے ہیں۔ قضایا شعریہ کو شعر کہنا قرآن عزیز کے نازل ہونے سے سینکڑوں برس بعد کی منطقیوں کی ایجاد ہے قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عربی زبان میں نازل ہوا ہے نہ مناطقہ کی اصطلاح میں۔ چنانچہ وہ خود صاف کہہ رہا ہے۔ وھذا لسان عربی مبین ۔ اور اگر بفرض شعر منطقی بھی مراد ہے تو مجھ کو مضر نہیں میرا مدعا پھر بھی ثابت ہے اس لئے کہ وہ بھی ماکان ومایکون میں سے ایک چیز ہے جب اس کے علم کی نفی کر دی جائے گی تو لامحالہ ماکان ومایکون کی نفی ہو جائے گی۔

۲ : اَکَادُ اُخْفِیْھَا میں کوئی قید مذکور نہیں وہ مطلق ہے اگر آپ کے نزدیک وہ حکم کسی خاص زمانے تک تھا تو آپ اس کی دلیل پیش کریں۔

۳ : آپ فرماتے ہیں کہ ما المسئول عنھا باعلم من السائل میں نفی کہاں سے نکالی ہے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ "قیامت کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی"۔ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی مشکوٰۃ شریف دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس میں اسی حدیث میں بروایت بخاری بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ موجود ہیں۔

فی خمس لا یعلمھن الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو یہ جواب دیا کہ قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کے متعلق قرآن شریف نے بتلا دیا ہے کہ ان کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد سورۂ لقمان کی اس آیت کو بھی پڑھا

ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ

۔ تو خود آنحضرت علیہ السلام کے الفاظ تھے جن سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا

کہ قیامت کا علم جس طرح اے جبرئیل تم کو نہیں مجھ کو بھی نہیں۔ اب شارحین حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔

خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی رح اس حدیث کے تحت میں اپنی مشہور و معروف کتاب فتح الباری شریف شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

المراد التساوی فی العلم بان اللہ تعالی استأثر بعلمها لقوله بعد خمس لا یعلمها الا اللہ۔ (فتح الباری مصری ص۱۱۲)

یعنی حضور کی مراد یہ ہے کہ اے جبرئیل میں اور تم دونوں اس بات کے جاننے میں برابر ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لیے خاص کر لیا ہے (کسی کو بھی نہیں دیا)۔

یہ تو تھا آپ کے سوالات کا مختصر جواب۔ اب تیسری آیت سنئے۔

قال اللہ تعالی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ (لقمان ۳۱۔ آخری آیت)	بے تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بے تحقیق اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں حالانکہ یہ بھی ما کان و ما یکون میں داخل ہیں۔ چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا اس لئے ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ نوبت میں اس پر مزید

ملہ خانخانی روئداد میں ان دونوں آیتوں کے متعلق یہ سوالات اور ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات تصنیف کر کے بھر دیئے گئے ہیں۔ مگر آفرین اس بہادری پر کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے کفر شکن اور باطل سوز جوابات کا ایک لفظ بھی نقل نہیں کیا۔ ہمارے ناظرین مولانا کی تقریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے رضاخانیوں کے نئے پرانے سارے سوالات یاد ہوا ہو جاتے ہیں۔

روشنی ڈالوں گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : افسوس میرے سوالات ویسے ہی قائم ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر مولوی صاحب میں حقانیت ہے تو وہ ان کا جواب دیں۔ لیکن میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کی ساری جماعت بھی مل کر زور لگائے تو میرے پچیس ۲۵ سوالات قاہرہ کا جواب نہیں دے سکتی۔ رشید احمد صاحب گنگوہی و خلیل احمد صاحب انبیٹھی، اشرف علی صاحب تھانوی کے سر سے کوئی کفر نہیں اٹھا سکتا۔ اگر مولوی صاحب میں ہمت ہو تو اٹھائیں۔ لیکن کس کی مجال ہے کہ حشمت علی کے مقابلہ میں دیوبندیوں کا اسلام ثابت کردے۔

صاحبو! یہ کمال میرا نہیں یہ اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یہ غوث پاک کی کرامت ہے وہ اپنے غلاموں کی ایسی ہی امداد فرماتے ہیں ذرا ان کا کوئی غلام بنکر تو دیکھے۔ میرے پچیس سوالات قاہرہ یہ ہیں (اس کے بعد تمام سوالات کی فہرست پڑھ کر سنادی) اس کے بعد کہا اس مرتبہ مولوی صاحب سے دو ۲ سوال اور کرتا ہوں۔ اگرچہ امید ان کے جواب کی بھی نہیں ہے۔

۱ : آپ نے جو اس مرتبہ سورۂ لقمان کی آیت پڑھی ہے ان میں پانچ علموں کا تذکرہ ہے اللہ تعالےٰ ان کا علم کسی کو دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟

۲ : کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جبرئیل کی اس حدیث کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دے دیا گیا ہو۔ یہ کچھ معلوم ہوا کہ وفات شریف سے کیا سی روز قبل بھی یہ علم نہیں دیا گیا ؟

مولوی صاحب آپ پہلے ہمارے ان ستائیس سوالوں کا جواب دے دیجئے پھر ہم آپ کو ان آیات کا مطلب بھی سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرتے ہیں کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہرگز جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا کمال نہیں بلکہ شیطان کا کمال ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ جس وقت دنیا شرک و کفر کا گہوارہ بن رہی تھی کوئی

خدا پرست ڈھونڈے نہ ملتا تھا اس تاریک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چند ہی روز میں لاکھوں مسلمان بنا دیئے۔ آج انہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ دنیا میں چالیس کروڑ سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔

مہربانم! آپ کا اور آپ کی جماعت کے قبلہ وکعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی مسلمان نہ چھوڑا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رح وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ علماء دیوبند وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ اہل حدیث وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ ندوۃ العلماء قائم ہوا آپ کے اعلیٰ حضرت نے حکم لگایا جو اس میں شریک ہو وہ کافر۔ آخری زمانہ میں تحریک خلافت اٹھی آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس کے شرکاء کو بھی کافر بتایا۔ حالانکہ ہند و بیرون ہند کے سارے مسلمان اس میں شریک تھے۔ بالخصوص مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی کو اسی جرم میں ایک سو ایک وجہ سے کافر لکھا۔ پھر مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رح کو مسلمان بتا کر خود کافر ہوئے۔ اپنی ساری جماعت کو کافر بنایا۔

الغرض آپ کا کمال تو یہ ہے کہ ساری دنیا کو کافر بنایا۔ سارے مسلمانوں کو شمشیر تکفیر کے گھاٹ اتار دیا۔ اور آج کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کا شکار نہ بنا ہو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ دنیا بھر میں سلام پھیلا دیا سینکڑوں برس کے کافروں کو مسلمان بنا دیا ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اطمینان رکھیئے اب حاضرین بھی آپ کی ان چالوں میں آنے والے نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سوالات نہیں بلکہ مسئلہ علم غیب سے بچنے کی چالیں ہیں۔ میرے محترم دوست! یہاں کی پبلک اتنی ناسمجھ نہیں کہ اتنی روشن بات کو بھی نہ سمجھے۔

میں اس سے بہت زیادہ خوش ہوں کہ آپ ہر مرتبہ اسی طرح ان نام نہاد سوالات کو پڑھ کر سنا دیا کریں اور میں قرآن و حدیث سے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈالا کروں ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او را در دلش انداختند

آپ کی دولت یہی سوالات ہیں اور میرے پاس قرآن وحدیث کی دولت ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔

اس مرتبہ مولوی صاحب نے مسئلہ علم غیب کے متعلق دو باتیں دریافت کی ہیں۔ ایک یہ کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ دے بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے نزدیک ضرور اس پر قادر ہے کہ ان چیزوں کا علم کلی کسی کو دے دے۔ لیکن ہمارا اور سارے سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کو دیا نہیں اور نہ دے گا۔ کیوں کہ اس نے ان علوم کو قرآن عزیز میں اپنے ہی ساتھ خاص بتلایا ہے۔ یہی سورۂ لقمان کی آیت اس کی شاہد ہے۔ وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں اس وقت اس پر کافی روشنی نہیں ڈال سکا تھا ورنہ مولوی صاحب کو اس سوال کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ خیر اب عرض کرتا ہوں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استاثر بهن الله فلم یطلع علیهن ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا ان الله عنده علم الساعة فلا یدری احد من الناس متی تقوم الساعة فی ای سنة ولا فی ای شهر اللیلا ام نهارا ویغزل الغیث فلا یعلم احد متی ینزل الغیث اللیلا ام نهارا ویعلم ما فی الارحام فلا یعلم احد ما فی الارحام اذکر ام انثی احمر او اسود ولا تدری

غیب کی پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔ بے تحقیق اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم۔ پس کوئی نہیں جانتا آدمیوں میں سے کہ کب قیامت آئے گی۔ کس سنہ اور کس مہینہ میں۔ دن میں آئے گی یا رات میں۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ کب بارش ہوگی۔ آیا دن میں یا رات میں۔ اور وہی جانتا ہے اس کو جو کچھ رحم میں ہے۔ پس کوئی نہیں جانتا اس کو جو رحموں میں ہے یعنی کسی کو خبر نہیں ہے کہ بچہ

نفس ماذا تکسب غدا اخیرا ام شرا وما تدری نفس بای ارض تموت لیس احد من الناس یدری این مضجعه من الارض ائی بحر ام بر فی سهل ام فی جبل - (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۵۹)

ہے یا بچی، سرخ ہے یا سیاہ - اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ نیکی یا بدی۔ اور کسی کو بھی خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا۔ یعنی آدمیوں میں سے کسی کو خبر نہیں کہ کہاں اس کا مرقد ہوگا۔ دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا سنگستان میں۔ روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوگیا کہ یہ پانچ علم نہ کسی مقرب فرشتہ کو دیئے گئے ہیں نہ کسی نبی و رسول علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں یہ کہ بخاری شریف سے جو ابھی میں نے حدیث جبرئیل کے الفاظ پڑھے تھے وہ بھی صاف بتلا رہے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالےٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

فی خمس لا یعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الآیة

یعنی تم قیامت کا سوال کرتے ہو کہ کب آئے گی۔ اس معاملہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا "

اور حضورؐ نے استدلال کے طور پر یہی آیت پڑھ دی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس آیت کا وہی مطلب سمجھا تھا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ کہنا کہ علم ذاتی کی نفی کی تھی جہالت کا ثبوت دینا ہے کیونکہ سائل نے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ آپ کو علم ذاتی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کا سوال یہ تھا کہ متی الساعۃ قیامت کب آئے گی ؟ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ نے محض علم ذاتی کی نفی کی ہے اور حضورؐ کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو اس کا از خود بغیر اطلاع خداوندی علم نہیں تو " سوال از آسمان جواب از ریسمان " کی مثال صادق آئے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی میرے پاس قوی دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محض علم ذاتی کی نفی مقصود نہیں۔ لیکن چونکہ ان کا تعلق علم حدیث سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس مجمع میں بالخصوص آپ جیسے عالم متبحر

کے سامنے (جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ خبر واحد دلیل قطعی نہیں ہوتی) بیان کرنا موتیوں کو کوڑے پر پھینکنا سمجھتا ہوں۔
یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس آیت سے علم قیامت نہ ہونے پر خود آنحضرت نے بھی استدلال فرمایا ہے۔

۲ : دوسری بات آپ نے یہ دریافت کی تھی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم اس حدیث جبرئیل کے واقعہ کے بعد بھی آنحضرت کو نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد دے دیا گیا ہو۔ ہمارا دعوٰے تو اکیاسی روز پیشتر کا ہے۔

قرآن و حدیث سے تو آپ کی واقفیت کل سے معلوم ہو رہی ہے۔ لیکن اس سوال سے معلوم ہوا کہ آپ اصول مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقف ہیں۔ میرے محترم دوست دلیل کی ضرورت اس کو ہے جو یہ دعوٰے کرے کہ اس واقعہ کے بعد اکیاسی روز سے پہلے پہلے علم دے دیا گیا۔ اور جو انکار کرے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں مناظرہ سے پہلے آپ کو مناظرہ رشیدیہ پڑھنی چاہئے تھی ۔

بہ بستان رو کہ از بلبل طریق عشق گیری یاد
بہ محفل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیاموزی

لیکن چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ دلیل پیش کرنے کا سبق آپ نے پڑھا ہی نہیں ہے اس لئے میں ہی بتلاتا ہوں۔ سنئے۔

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رح فتح الباری شریف میں اسی حدیث کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

ورواہ ابن مندۃ فی کتاب الایمان باسناد الذی علی شرط مسلم من طریق سلیمان التیمی فی حدیث عمر انہ ان رجلا فی اٰخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ۔
(فتح الباری شرح بخاری)

اسی حدیث جبرئیل کو ابن مندہ نے کتاب الایمان میں اپنی اُس سند سے جو علی شرط مسلم ہے بطریق سلیمان تیمی بروایت فاروق اعظم روایت کیا ہے اور اس کے پہلے لفظ یہ ہیں کہ۔
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آخر میں ایک شخص (جبرئیل) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد پوری حدیث بیان کی ہے۔

اس روایت نے آپ کے اکیاسی روز والے احتمال کا بھی خاتمہ کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ واقعہ ہی عمر شریف کے آخر حصہ میں ہوا ہے۔ یہ ہے معجزہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ ہے امداد اللہ تعالےٰ کی، یہ ہے حقانیت کا کرشمہ۔ (واقعی جس وقت حضرت مولانا نے یہ روایت فتح الباری سے پڑھی تھی اس وقت مجمع کی ایک عجیب کیفیت تھی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے)۔

حاضرین کرام! اس طرف بھی توجہ فرمائیں کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جوابات ہمارے فاضل مخاطب دریافت کرتے ہیں میں برابر اس کا جواب دیتا ہوں اور بحمداللہ ایسا شافی کہ اس کے بعد مولوی صاحب کو لب کشائی کا موقعہ بھی نہیں رہتا۔ لیکن ان سوالات کی فہرست میں برابر ان کا شمار رہتا ہے۔ یہ ہے ہمارے فاضل مخاطب صاحب کی حق پرستی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی حشمت علی صاحب: ارے صاحب! آپ کو ان کتابوں سے کیا واسطہ؟ آپ اشرف علی کی "حفظ الایمان" کو دیکھئے۔ گنگوہی کی "براہین" کو دیکھئے۔ پہلے اپنے کفریات کو اٹھائیے۔ آپ کو تو ان اسلامی کتابوں کو ہاتھ لگانے کا بھی حق نہیں۔ آپ ان مقدس کتابوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے کفر سے توبہ کر لیں تو ہم ابھی ان کتابوں کا مطلب سمجھا سکتے ہیں۔

حضرات گرامی! میرے سوالات ستائیس ہو چکے ہیں اور مولوی صاحب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مولوی صاحب کو اپنا اور اپنے بڑوں کا کافر ہونا تسلیم ہے پھر میں اپنے سوالات سنانے دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہی فہرست سنا دی۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس اجلاس کی کیفیت کا اندازہ کسی قدر ہمارے ناظرین کو بھی ہو گیا ہو گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جلسہ کی کیفیت جس درجہ عجیب و غریب تھی اس کا صحیح نقشہ کھینچنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی حشمت علی خان صاحب جس وقت اپنے ستائیس سوالات کی فہرست ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوتے تھے تو سارے رضا خانی شرم سے آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔ اور بیچارے مولوی رحم الٰہی صاحب نے تو سر اٹھانے کی قسم ہی کھا لی تھی۔ رضا خانیوں کے بعض سرغنوں نے جلسہ کا یہ رنگ دیکھ کر مولوی حشمت علی صاحب سے کہا بھی کہ آپ مجمع کا رنگ نہیں دیکھتے ان سوالوں کو رکھئے اور دلیلیں پیش کیجئے۔ بالآخر جب ان کو یقین ہو گیا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں تو بمجبوری

انہوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔

اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) حضرات جس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے اس جلسہ کا انعقاد ہوا تھا بحمداللہ اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ میں تین آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکے کہ تم نے ان آیات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اگر تم ہمارے سوالوں کا جواب دے دو گے تو ہم مطلب سمجھا دیں گے۔ لیکن آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اب تک جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی مفسرین امت کے کلام سے بیان کیا ہے[1]۔ میں اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ لہذا ہمارے فاضل مخاطب غور فرمائیں کہ آپ میرے بیان کردہ مطلب کو غلط نہیں بتلا رہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ۔ علامہ نسفیؒ صاحب مدارک التنزیل کے بیان کردہ مطلب کو غلط بتلا رہے ہیں۔ بلکہ سورۂ لقمان کی آیت کا مطلب تو میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ کے نزدیک آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔ استغفر اللہ۔

اب چوتھی آیت سنئے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ	(اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے
مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ	سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي	گی۔ فرما دیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

---

[1] حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس کا التزام فرمایا تھا کہ جو آیت بھی پیش فرماتے تھے اس کی تفسیر اور توضیح کے لئے احادیث یا آثار صحابہ یا اقوال مفسرین ضرور پیش کرتے تھے۔ سنبھل کی پبلک آج تک اس کی شاہد ہے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت مولانا کے تبحر علمی کا سکہ دشمنوں کے قلب و جگر میں بٹھا دیا ہے۔ مگر رضاخانی روئداد میں برائے نام بھی ان چیزوں کا ذکر نہیں۔ اللہ رے ایمان داری۔ الحساب یوم الحساب۔

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(اعراف۔ رکوع ۲۳)

نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں۔ وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی۔ وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں۔

سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لما سأل الناس محمدا صلى الله عليه وسلم سألوه سوال قوم كانهم يرونه ان محمدا حفي بهم فاوحى الله اليه انما علمها عنده استاثر بعلمها فلم يطلع عليها ملكا ولا رسولا اخرجه ابن جرير وغيره درمنثور

جب لوگوں نے حضور سے (قیامت کا) سوال کیا تو ان لوگوں کا سا سوال کیا کہ گویا کہ وہ حضور کو اپنا بڑا مہربان سمجھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو دیا ہے نہ کسی نبی علیہ السلام کو۔ روایت کیا اس کو ابن جریر وغیرہ نے۔

علامہ نسفی حنفی رح اپنی مشہور و معتبر تفسیر "مدارک التنزیل" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قل انما علمها عند ربي اي علم وقت ارسائها عنده وقد استاثر به لم يخبر به احدا من ملك مقرب ولا نبي مرسل ۔ (مدارک ص۲۳۱ ج ۱)

یعنی قیامت کے قائم کرنے کے وقت کا علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور اس علم کو اس نے اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے اس کی خبر ملائکہ مقربین، اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی نہیں دی ہے۔

غور کیا جائے کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب صبح کی طرح کہہ دیں کہ اس آیت کے تنزل کے بعد دے دیا گیا تھا۔ لیکن اول تو یہ کہنا اس وقت زیبا ہے جب

مولوی صاحب اس کی کوئی دلیل پیش کریں بے دلیل دنیا میں کوئی دعوے نہیں سنا جاتا ۔ دوسرے یہ کہ حدیث جبرئیل نے اس احتمال کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آخر عمر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہیں عطا فرمایا گیا۔

صبح جناب نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ حدیث جبرئیل کے الفاظ سے نفی کس طرح نکالی۔ اگرچہ اس کا جواب شافی میں صبح ہی دے چکا ہوں لیکن اس وقت حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح کی عبارت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف سے اور پڑھتا ہوں۔ جس سے حدیث جبرئیل کے مضمون پر کافی روشنی پڑ جائے گی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ماالمسئول عنها باعلم من السائل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی من و تو ہر دو برابریم در نادانستن آں بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خدا وند تعالےٰ کسے نہ داند و دے تعالےٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل بر آں اطلاع نداد ہ۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۵)

یعنی حضور کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل میں اور تو دونوں قیامت کا وقت نہ جاننے میں برابر ہیں (اور یہ ہماری خصوصیت نہیں) بلکہ اس میں ہر سائل و مسئول کا یہی حال ہے۔ کیوں کہ اس کو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی ملائکہ اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی ہے

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شیخ رح وہی ہیں جن کو فاضل بریلوی بھی اپنی بعض تصانیف میں شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات کل سے تقریریں ہو رہی ہیں۔ مولوی صاحب کا کفر علی رؤس الاشہاد ثابت کیا جا رہا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نہ اس کا کوئی جواب دیتے ہیں نہ اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ ہمارے سوالات ستائیس ۲۷ ہو چکے ہیں لیکن مولوی صاحب ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اچھا اب میں کہتا ہوں کہ آپ ہمارے سوالات کا جواب مت دیجئے۔ بس یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم حشمت علی کے سوالات قاہرہ کے جواب سے عاجز ہیں اس کے بعد میں ان آیات کا مطلب بیان کروں گا جن کو پڑھ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! آپ مولوی ہو کر خیانت کرتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو

دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے شیخ رح کی عبارت پوری نہیں پڑھی۔ اسی حدیث کے تحت میں شیخ رح کی عبارت یہ بھی تو ہے۔ رح

"اینہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالےٰ از نزد خود کسے را بدانا ند بوحی والہام"

یعنی یہ قیامت وغیرہ پانچوں چیزیں امور غیب میں سے ہیں کہ خدا کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ وحی یا الہام کے ذریعہ سے بتا دیں"

تو کیا آپ کے نزدیک حضور پر وحی نہیں ہوتی تھی ؟

آپ ویسے تو اتنے سیدھے بنتے ہیں لیکن خدا کے نبی کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی ایسی خیانتیں کرنی آتی ہیں۔ سنئے یہی شیخ مدارج النبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

"وی صلی اللہ علیہ وسلم داناست بر ہمہ چیزے از شیونات ذات الٰہی واحکام وصفات حق واسماء وآثار وبجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ است و مصداق فوق کل ذی علم علیم است"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات الٰہی کی تمام شانوں اور اس کے احکام اور اس کے اسماء وصفات وآثار کو جاننے والے ہیں۔ اور تمام علوم ظاہری وباطنی اور اول وآخر کو احاطہ کئے ہوئے ہیں اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں"

دیکھئے یہ وہی تو شیخ ہیں ارے صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ آپ بھرے مجمع میں ایسی خیانت کرتے ہیں۔ آپ اپنے سر سے کفر اٹھائیے۔ ہمارے ستائیس سوالوں کا جواب دیجئے یا اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر سخت الفاظ میرے متعلق کہے ہیں میں ان کا جواب کچھ نہیں دینا چاہتا ؎

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

یہ سخت کلامیاں اور بے تہذیبیاں آپ ہی کو مبارک ۔ ہاں اتنا عرض کردوں گا ۔ چونکہ آپ حضرات کا دن رات کا مشغلہ بزرگوں کے کلام میں ناجائز خیانت اور قطع برید کرنا ہے اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ لیکن یاد رکھئے کہ بحمد اللہ اہل حق کو ان حیا سوز کارروائیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

شیخ علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کے متعلق جناب فرمارہے ہیں کہ وہ نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے نہیں پڑھی۔ کیوں کہ اس کو مسئلہ علم غیب سے اثباتاً یا نفیاً کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تبارک وتعالےٰ اگر کسی بندے کو عطا فرمادے تو اس کو بھی ان کا علم ہوسکتا ہے۔ اور اس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ بے شک اگر اللہ تعالےٰ کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم دے دے تو ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ کسی کو دیا بھی یا نہیں، جداگانہ ہے۔ اب یہ بھی شیخ رحمہ سے دریافت کیجئے کہ آیا کسی کو دیا بھی ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے یہاں سے یہی ملے گا کہ۔

" وحی تعالےٰ ہیچ کس را از ملائکہ ورسل برآں اطلاع نداده "

"اور اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی ہے"

اب فرمائیے کہ کس نے خیانت کی اور کون بے حیا اور بے شرم بنا۔ ع

ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد شیخ رحمہ کی ایک اور عبارت پیش کرتا ہوں جس سے اور زیادہ صاف طور پر علم غیب کے متعلق شیخ رحمہ کا عقیدہ معلوم ہوجائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسألونی عن الساعۃ علمھا عند اللہ ۔ الحدیث

ترجمہ ! مروی ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا حضور اپنی وفات شریف سے محض ایک مہینہ پہلے فرماتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے"

اس حدیث کی شرح میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت جابر شنیدم آنحضرت را فرمود پیش از رحلت خود بیک ماہ قسئلونی عن الساعۃ می پرسید مرا از وقت قیام قیامت وانما علمہا عند اللہ ونیست علم بتعیین وقت آں مگر نزد خداوند عز وجل۔ یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست وآں را جز خدائے تعالےٰ نداند۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کی وفات شریف سے ایک ماہ قبل سنا۔ حضور فرماتے تھے کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت معین کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یعنی قیامت کبریٰ کے آنے کا وقت خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔"

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۰۰)

اس روایت نے صاف بتلا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم وفات شریف سے ایک ماہ قبل تک بھی نہیں تھا بچہ جائیکہ اکیاسی[۸۱] روز پیشتر۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا۔ کیا انہیں شیخ کو کہا جاتا ہے کہ وہ علم غیب کے قائل ہیں ؟

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر مولوی صاحب کا کفر ثابت کیا جا رہا ہے لیکن وہ نہ اس کو اٹھاتے ہیں نہ توبہ کرکے مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ستائیس سوال مولوی صاحب پر سوار ہیں ان کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے۔ بس وہی مرغی کی ایک ٹانگ "علم غیب، علم غیب" رٹ لیا ہے اسی کو بار بار دہراتے ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں کہ دلیلیں پیش کرو۔ اچھا میں کہتا ہوں کہ جب آپ کے بڑوں کے نزدیک جانوروں کو بھی علم غیب ہے، شیطان کو بھی علم غیب ہے۔ تو آپ[۲۸] پہلے ان کے علم غیب کی کوئی قطعی دلیل پیش کر دیجئے اس کے بعد ہم حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل پیش کر دیں گے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر ! آسمان پھٹ نہیں جاتا، زمین شق نہیں ہو جاتی، خدا کے محبوب کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور ابلیس مردود و ملعون کے علم غیب پر ایمان ہے۔ آہ گدھے، کتے، مکھی، مچھر، بھنگے، پستو کے لئے علم غیب مانا جاتا ہے اور پیارے مصطفیٰ کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اس پر آیتیں اور حدیثیں پڑھی جاتی ہیں۔

۲۹ : میں مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے تو اپنا عقیدہ یہ بتلایا ہے کہ حضور کو اس قدر علم غیب تھا کہ کسی نبی، کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی نہیں تھا۔ اور آپ کے مولوی گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

"ہر چہار ائمہ مذاہب وجملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب[1] پر مطلع نہیں ہیں"

(رسالہ مسئلہ علم غیب ص ۲۰)

لہذا ہمیں بتلائیے کہ آپ کا اصل عقیدہ کیا ہے؟ مولوی صاحب یہ وقت چھپانے کا نہیں ہے۔ اب میرے سوالات انتیس[۲۹] ہو چکے ہیں۔ خدا کے واسطے کسی کا تو جواب دیجئے۔ یا آپ سے بس خدا کے محبوب کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں ہی پڑھنی آتی ہیں۔

۳۰ : میں نے مدارج النبوت کی عبارت پڑھی اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا جواب دیجئے لیجئے اب میرے سوالات پورے تیس[۳۰] ہو گئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) محترم بزرگو! یہ باتیں تو آپ کل سے برابر سن رہے ہیں۔ اور بقدر ضرورت میں ان کا جواب بھی دے چکا ہوں اب جس کے اعادہ کی حاجت نہیں سمجھتا۔ ہمارے مخاطب صاحب جن عقائد کو میری یا میرے اکابر کی طرف منسوب کر رہے ہیں میں کل ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ کسی مسلمان تو کیا معنی کسی سمجھدار انسان کے بھی نہیں ہو سکتے۔ بحمد اللہ ہمارے اکابر کا دامن تقدس ان خرافات سے بالکل پاک ہے لیکن ناحق کی زبان درازی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ بیحیا باش وہرچہ خواہی کن۔

لیکن بیچارے مولوی صاحب بھی مجبور ہیں آخر کسی طرح دس منٹ بھی پورے کریں آیات واحادیث نہ سہی گالیاں اور افترا ہی سہی۔

---

[1] بے شک کسی مخلوق کو غیب پر اطلاع نہیں۔ لیکن اطلاع سے مراد وہ علم ہے جو کسی قوت مدرکہ کے ذریعہ سے بغیر اخبار خداوندی حاصل ہو۔ چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں زیر آیت ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب تصریح ہے کہ غیب کی کسی بات پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں بلکہ آپ کو من جانب اللہ خبر دی جاتی ہے۔ دونوں باتوں میں نہایت باریک فرق ہے خوب سمجھ لو ۱۲

بہرحال میں موافق تعلیم قرآنی مولوی صاحب کی ان لغویات سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پانچویں آیت سنئے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔

(مائدہ۔ رکوع ۱۴)

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالےٰ رسولوں کو۔ پس فرمائے گا (ان سے) تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کہ ہمیں علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خواجہ مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لا علم لنا وان علمنا ظاھر ما قالوا لا نعلم ما فی قلوبھم لانہ غیب وانت مخصوص باحاطۃ المغیبات "

یعنی انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے "

(تفسیر تبصیر الرحمٰن)

اصول کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی بات پر امت محمدیہ کے مجتہدین متفق ہو جائیں تو پھر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور یہاں خدا کے دربار میں سارے انبیاء علیہم السلام سیدنا حضرت آدم ؑ سے لے کر خاتم الانبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات پر اجماع کر رہے ہیں کہ ہمیں دلوں کے حال کی خبر نہیں۔ آپ ہی غیبوں کے جاننے والے ہیں۔

لیکن افسوس! آج چودھویں صدی میں اس اجماع پیغمبراں کا نہایت زور شور سے خلاف کیا جا رہا ہے پھر یہ اجماع بھی دنیا میں نہیں بلکہ خدا کے دربار میں خداوند تبارک و تعالےٰ کے حضور میں۔ اس اجماع پیغمبران سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

آپ نے جو مدارج النبوت کی عبارت پڑھی تھی اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کل شیون و صفات الٰہی اور کل علوم ظاہری و باطنی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ اس لئے کہ شیون و صفات الٰہیہ غیر متناہی ہیں

اسی طرح کل علوم ظاہری و باطنی میں اللہ تبارک وتعالےٰ کے تمام علوم داخل ہیں اور وہ بھی غیر متناہی ہیں۔ پس اس بنا پر لازم آئے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی غیر متناہی اور معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالےٰ کے برابر ہو۔ اور اسی کو آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی کفر لکھا ہے۔ اس لئے شیخ رح کی اس عبارت کا وہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جو علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ بتمامہا حضور کو حاصل تھے۔ اور اس کی نظیر خود قرآن عزیز میں موجود ہے۔ ملکۂ بلقیس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ر وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ، اور اس کو ہر چیز دے دی گئی تھی"

ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا بھر کی تمام چیزیں اس کو دے دی گئی تھیں۔ کیونکہ ہمارے فاضل مخاطب ہی اس کے یہاں نہیں تھے، یہ پنڈال بھی یقیناً اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ بس جس طرح اس آیت کریمہ کا سب کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں بحیثیت ملکہ ہونے کے اس کی شان کے مناسب تھیں وہ بتمامہا اس کو دے دی گئی تھیں۔ اسی طرح اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو علوم بحیثیت سید الانبیاء ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ کل کے کل حضور کو حاصل تھے اور اس کا کسی کو انکار نہیں۔ دوسرے یہ کہ شیخ رح کی عبارت کا اگر وہ مطلب لیا جائے گا تو خود حضرت شیخ رح کے مسلک کے خلاف ہوگا کیوں کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت ہی کا علم نہیں مانتے۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اگر آپ شیخ کو مانتے ہیں تو چلئے بس انہی کی تصانیف پر فیصلہ رکھ لیجئے۔ ہم اس کے لیے بالکل تیار ہیں۔ کسی کو ثالث مقرر کر کے بس حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کتابوں ہی سے فیصلہ کرا لیجئے۔ میں اس کی تحریر بھی دے سکتا ہوں۔ آپ بھی ایک تحریر لکھ دیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : بزرگو! آپ نے دیکھ لیا مولوی صاحب عاجز ہیں۔ میرے سوالات کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ میرے تیس سوالات قاہرہ یہ ہیں۔ (اس کے بعد فہرست پڑھ کر سنادی اور کہا) بیابانوں کا کوئی ذرہ، دریاؤں کا کوئی قطرہ ایسا نہیں جس کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو مولوی صاحب بہت سی آیتیں اور حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ اب میں بھی نمونہ کے طور پر ایک حدیث پڑھ کر سناتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال	حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا

رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ قال فیما یختصم الملأ الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض۔

اس نے فرمایا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی خوب جانتے ہیں۔ پس اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے بیچ میں رکھ دیا پس میں نے اس کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا۔ پس میں نے جان لیا اس کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے"

اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم ہے۔ شیخ محدث دہلویؒ اسی کے تحت میں فرماتے ہیں۔

"پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں"

یعنی میں نے جان لیا تمام ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور اس سے مراد تمام علوم جزوی و کلی کا حاصل ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے"

مولوی صاحب! میں ایسی حدیثیں بہت سی پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن پہلے آپ ہمارے تیس سوالوں کا جواب دیجئے ہم جب علم غیب پر بحث کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد خطبہ مسنونہ) ؎

لائے اس بت کو التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

میں اپنے ان عنایت فرما کا دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے آج آخری وقت اپنی ساری جماعت کی لاج رکھنے کے لئے ہمارے ضدی فاضل مخاطب کو نہ معلوم کس خاص دباؤ سے اُدلّہ پیش کرنے پر مجبور کر دیا کاش ہمارے وہ عنایت فرما کل ہی سے اس طرف توجہ فرماتے ؎

ہزاروں فتنوں پر بھی جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ہمارے فاضل مخاطب نے مسئلہ علم غیب سے بچنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پیر پھینکے۔ انٹکل سٹکل تیس۳۰ سوالات کی فہرست بھی تیار کرلی جن کی حقیقت ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جف القلم بما ہو کائن۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ بالآخر جبراً قہراً مسئلہ علم غیب کی طرف آنا ہی پڑا۔

بہرکیف مولوی صاحب نے اپنا دعوٰے ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پڑھی ہے اگرچہ از روئے شرائط مناظرہ مجھ کو اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ نص قطعی نہیں ہے۔ اور شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق استدلال میں یا کتب عقائد پیش کرے گا یا نصوص قطعیہ۔ لیکن میں بطور احسان مولوی صاحب کی اس دلیل کا جواب دیتا ہوں۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث کس زمانے کی ہے؟ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف سے محض اکیاسی روز پیشتر یہ فرمایا تھا؟

مولوی حشمت علی صاحب : الحمد للہ! مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس کا جواب مولوی صاحب کچھ نہیں دے سکے۔ یہ فرماتے ہیں کہ صاحب نص قطعی نہیں ہے۔ ارے مولوی صاحب! آپ نص قطعی کے معنی بھی نہیں جانتے۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کا زمانہ بتا دو۔ دیکھا تم نے مسلمانو! جب میں نے دلیلیں پیش کرنی شروع کر دیں تو اب مولوی صاحب بھاگتے ہیں۔ ارے صاحب یہاں علم غیب کی بحث ہے یا زمانے کی؟ جو زمانہ آپ بتلا دیں گے وہی ہمیں بھی تسلیم ہے آپ ہی بتا دیجئے کہ یہ حدیث کس زمانہ کی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میرے محترم! اس لفاظی سے یہاں کام چلنا دشوار ہے آپ کے یہ ظاہری الفاظ آپ کی لاعلمی پر پردہ ڈالنے کے لئے کافی نہیں۔ یہاں کی پبلک اتنی ناسمجھ نہیں کہ ایسی کھلی ہوئی باتوں کو بھی نہ سمجھے۔ اگر جناب کو اس حدیث کا زمانہ معلوم نہیں ہے تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ ہم کو معلوم نہیں جو زمانہ تم بتلاؤ گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا۔

مولوی حشمت علی صاحب نے یہ تحریر دی۔

"اس حدیث کا جو زمانہ مولوی منظور حسن صاحب بتلا دیں گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا"

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات ہمارے مخاطب صاحب کی علمی لیاقت

کے نمولے کل سے دیکھ رہے ہیں۔ جب کوئی علمی سوال کیا جاتا ہے تو ہمارے فاضل مخاطب یہی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب تم ہی دے دو۔ ہم ہی سائل اور ہم ہی مجیب۔ لیکن ہم اپنے محترم دوست کی خاطر اس کے لئے بھی تیار ہیں ؎

کیوں نہ ٹھہریں ہدف ناوک بیداد کہ ہم
خود اٹھا لاتے ہیں جو تیر خطا ہوتا ہے

خیر اب میں بتلاتا ہوں کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت یا رب انك اتخذت ابراهیم خلیلا و کلمت موسیٰ تکلیما و فعلت و فعلت قال الم اشرح لك صدرك الم اضع عنك وزرك الم افعل بك الم افعل فما فضلنی الی اشیاء لم یوذن لی ان احدثکموها قال فذلك قوله فی کتابه ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبده ما اوحی ماکذب الفؤاد ما رای الخ

یعنی حضور فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار آپ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ اور موسےٰ سے کلام کیا اور یہ کیا اور یہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کیا۔ کیا ہم نے تمہارا بار نہیں اتارا۔ کیا یہ نہیں کیا۔ کیا یہ نہیں کیا۔ پس مجھ کو چند چیزیں بتلائیں جن کو تم سے بیان کرنے کا مجھ کو حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہی اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے قرآن عزیز میں۔ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبده ما اوحی ماکذب الفؤاد ما رای الخ

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے۔ اور معراج ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی ہے لہذا یہ حدیث وفات شریف سے سالہا سال پیشتر کی ہوئی۔ اور آپ خود اس زمانہ میں علم غیب نہیں مانتے بلکہ وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے مانتے ہیں۔ لہذا آپ کے ہی بیان

بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے یہ حدیث خود آپ کے مذہب کے ہی مخالف ہے۔ لہذا پہلے آپ خود اس کا جواب دیں اس کے بعد ہم سے جواب لیں ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی صاحب ! کار بوزینہ نیست بخاری۔ دلیل پیش کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ مستدل بننے کے لئے کچھ علم کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ نصیب دشمنان۔

مولوی حشمت علی صاحب : لو بھائیو ! میں بھی حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

۱ : عن ثوبان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا ومغاربھا

حضرت ثوبان رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

○

۲ : عن حذیفۃ رض قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ۔

حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہتے ہیں کہ کھڑے ہوئے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑی آپ نے کوئی چیز جو ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان کر دیا۔ یاد رکھا اس کو اس نے جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اس کو جو بھول گیا۔

○

مولوی صاحب ! ہمارے پاس حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔ دیکھئے آپ کا کفر ثابت ہو چکا ہے یا تو آپ علما۔ دیوبند سے علیحدگی ظاہر کیجئے یا توبہ کر کے مسلمان ہو جایئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) حاضرین ! ہمارے فاضل مخاطب کی اس دلیری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ استدلال میں بس کتب عقائد یا نصوص قطعیہ پیش کئے جائیں گے۔ لیکن آپ برابر اخبار آحاد پیش کر رہے ہیں۔ میں جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ اپنے وکیل کو شرائط کی پابندی پر مجبور کریں۔ شرط نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہر فریق کا فرض ہوگا کہ وہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسلمہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے۔ لہذا اگر کوئی فریق استدلال میں دوسری قسم ادلہ پیش کرے گا تو فریق مخالف کو حق ہوگا کہ وہ اس کا جواب اس وقت تک نہ دے جب تک کہ مستدل سے یہ تحریر نہ لے لے کہ میں اپنا مدعا نصوص قطعیہ اور مسلمہ کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتا"

لہذا اس قرارداد کے مطابق میں جناب مولوی رحم الٰہی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے وکیل کو مجبور کریں کہ وہ استدلال میں نصوص قطعیہ یا کتب عقائد پیش کریں یا مجھ کو تحریر دیں کہ ہم اپنا عقیدہ نصوص قطعیہ اور کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں پھر ان کی ان دلیلوں کا بھی جواب دوں گا اور انشاء اللہ بتلا دوں گا کہ ان حدیثوں کو آپ کے عقیدہ سے بال برابر بھی تعلق نہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : واہ صاحب واہ ! آپ حدیثیں پیش کریں تو وہ نصوص قطعیہ ہو جائیں اور ہم پیش کریں تو وہ نص قطعی نہ ہو۔ یہ کہاں کا قاعدہ ہے پہلے آپ نص قطعی کے معنی تو بتلا دیجئے۔ آپ بے کار وقت ضائع مت کیجئے۔ ہماری دلیلوں کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نادانی کی وجہ سے ایسی لاعلمی کی باتیں کر رہے ہیں یا جان بوجھ کر انجان بن رہے ہیں ؎

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

میرے محترم ! نص قطعی اس کو کہتے ہیں جس کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا یقینی اور قطعی ہو۔ اور اس

کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قرآن عزیز کی آیت ہو کیوں کہ سارے قرآن عزیز کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اگر آج کوئی شخص قرآن عزیز کی کتنی آیتوں کے متعلق بھی یہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہیں تو وہ بالاتفاق امت کافر اور مرتد ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ اس کے فرمان رسول ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ یعنی حدیث متواتر ہو۔

اب تک جو دلیلیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث متواتر۔ اب معلوم ہوا جناب کو نص قطعی کس کو کہتے ہیں۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تم بھی احادیث پیش کرتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بحمداللہ میں نے استدلال میں ابھی تک کوئی حدیث پیش نہیں کی جو دلیل پیش کی ہے وہ قرآن عزیز کی آیت سے پیش کی ہے۔ ہاں تائید کے طور پر البتہ ضرور دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اگر جناب کو تائید اور استدلال کا فرق معلوم نہ ہو تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کر لیجئے۔

تعلم اذا کنت لست بعالم　　فما العلم الا عند اهل التعلم

تعلم فان العلم ازین للفتی　　من الحلة الحسناء عند التکلم

اس کے بعد میں بطور اتمام حجت آپ کی پیش کردہ دونوں دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جو روایت جناب نے پیش کی ہے اس سے محض اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کسی وقت اللہ تبارک وتعالےٰ نے ساری زمین کو سمیٹ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرا دیا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس سے تمام ماکان ومایکون کا علم ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس سے محض اس قدر لازم آتا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ فرمایا تھا اس وقت جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہو اس کا علم ہو گیا ہو۔ اور یہ تمام ماکان ومایکون کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ اس وقت میں بھی دنیا میں نہیں تھا۔ آپ بھی نہیں تھے۔ یہ پنڈال بھی نہیں تھا۔ پھر ماکان ومایکون میں عرش کرسی، لوح وقلم، ملائکہ وغیرہ سب ہی داخل ہیں اور اس حدیث میں محض زمین کا ذکر ہے۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ رؤیت

دیکھنے کے لئے علم تفصیلی لازم نہیں۔ اس وقت آپ کہہ سکتے ہیں کہ شامیانے میں جس قدر پھول ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ اس میں کتنے پھول ہیں؟ تو آپ محض اس دیکھنے کی وجہ سے نہیں بتا سکتے جب تک ان کو شمار نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب مشرکین مکہ کے روبرو حضور نے معراج کا ذکر فرمایا۔ اور بیت المقدس کی سیر کا ذکر کیا تو بطور امتحان انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے۔ حضور سرور عالم فرماتے ہیں کہ ان کے سوالات سے میری طبیعت متردد ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور کے سامنے کر دیا۔ حضور اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔ پس اگر دیکھ لینا علم تفصیلی کے لئے کافی ہوتا ہو تو دوبارہ بیت المقدس کو سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے علم تفصیلی لازمی نہیں۔

اور یہی جواب تقریباً اس معراج والی حدیث کا بھی ہے جس میں فعلمت ما فی السموت والارض آیا ہے۔ اس سے بھی ماکان ومایکون نہیں نکلتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین وآسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا کی بہت سی چیزیں نہیں تھیں۔ اشعۃ اللمعات کے الفاظ سے خود یہ بات نکلتی ہے کہ محض وہی چیزیں مراد ہیں جو اس وقت موجود تھیں چنانچہ بشیخ رح کی عبارت میں لفظ "بود" اس کو بتلا رہا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ علم تفصیلی ہی ہو۔

تیسری روایت جو آپ نے حضرت حذیفہ رض کی پڑھی ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان ومایکون بتلا دیا۔ بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ قیامت تک جو دین میں فتنے ہونے والے تھے ان سب کو حضور نے بیان فرما دیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو بیان کیا ہی نہیں ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے۔ جوا یوں کھیلا جاتا ہے۔ سرقہ یوں کیا جاتا ہے۔ فلاں وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں۔ فلاں شخص کی داڑھی میں اتنے بال ہوں گے۔ فلاں شخص کے سر پر اتنے بال ہوں گے۔ فلاں وقت سنبھل کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ فلاں جگہ نیشکر کا درخت ہوگا اس درخت میں اس قدر پتے ہوں گے۔ ہر پتہ میں اتنی رگیں ہوں گی۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر دنیا

بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ حضور کی شان اس سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافات کے بتلانے کے لیے تشریف نہیں لائے تھے۔ حضور سرور عالم خود فرماتے ہیں " من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه " آدمی کے دین کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید باتیں نہ کرے " پس یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسروں کو تو بے کار باتوں کے ترک کرنے کا حکم دیں اور خود منبر پر چڑھ کر ایسی بے کار باتیں بیان کریں جس سے نہ کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی۔ الغرض یہ عقلاً بھی ناممکن ہے کہ حضور نے اس مجلس میں دنیا بھر کی یہ خرافات بیان کی ہوں۔ اور نقلاً بھی۔ پھر ابو داؤد شریف کی روایت نے اس کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں انہی حضرت حذیفہ رض کی یہی روایت ہے اور اس کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔

" واللہ ما ترک من قائد فتنة یبلغ من معه ثلثمائة فصاعدا "

یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضور نے اس بیان میں کسی فتنہ پرداز کو نہیں چھوڑا جس کے متبعین تین سو یا زیادہ ہو جائیں گے "

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت حذیفہ رض کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے بڑے بڑے فتنوں میں سے کوئی ایسا نہیں چھوڑا جس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اور یہ ہم کو بھی تسلیم ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی کہ عام محدثین اس حدیث کو کتاب الفتن ہی میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قیامت کے علم کی نفی کی بھی روایت کر رہے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الساعة فقال علمها عند ربی عز وجل لا یجلیها لوقتها الا هو الحدیث۔	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔
(رواہ احمد)	(روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے)

الغرض ان وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رض کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضورؐ نے تمام ماکان و مایکون

کو بیان فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" یعنی نگذاشت دریں مقام ہیچ چیزے را از وقائع کہ شدنی است تا روز قیامت "

اس سب کے علاوہ یہ کہ ان میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں اکیاسی روز کا ذکر ہو۔ پھر ان کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی قل ھو اللہ شریف پڑھ کر کہہ دے کہ اس سے علم غیب ثابت ہو گیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ حاضرین ہمارے مخاطب صاحب کی تینوں دلیلوں کا جواب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اگر مولوی صاحب نے ان جوابات کی طرف توجہ فرمائی تو بقدر ضرورت پھر عرض کروں گا۔ پانچ آیتیں بحمداللہ میں اپنی طرف سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب نے قسم کھانے کو بھی نہیں دیا ہے۔ اب چھٹی آیت سنئے۔

ویقولون متی ھذا الوعد ان	یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت)
کنتم صٰدقین قل انما العلم عند	کب ہوگا۔ کہہ دیجئے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور
اللہ وانما انا نذیر مبین۔ الملک ۲۵/۲۶	میں تو بس ڈرانے والا ہوں۔ بیان کرنے والا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جامع البیان ارقام فرماتے ہیں۔

قل انما العلم عند اللہ لا یعلم	کہہ دیجئے کہ اس وعدہ کے وقت کا علم اللہ ہی کو
الا ھو۔	ہے۔ اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرات میں چھ آیتیں پیش کر چکا ہوں اور مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر جرأت ہو تو میری دلیلوں پر کلام فرمائیں۔ یا شرائط کی پابندی کرتے ہوئے کوئی نص قطعی پیش کریں۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھ لیا میرے سوالات بدستور ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں نص قطعی پیش کر دیجئے۔ میں نمونے کے طور پر، نص قطعی بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم وکان	اللہ نے تم کو سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ

فضل اللہ علیك عظیما ۔ کا آپ پر بڑا فضل ہے ۔

اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ حضور کو اللہ تعالےٰ نے تمام ماکان ومایکون کا علم[1] دیا ۔ وللہ الحمد ۔

اس تقریر پر جلسہ ختم ہوگیا اور دوسرے روز صبح کو ۹ بجے اس طرح جلسہ شروع ہوا ۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم شنبہ

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات بار بار سن چکے ہیں کہ اس مناظرہ کا انعقاد مسئلہ غیب کے تصفیہ کے لیے ہوا ہے ۔ شرائط میں طے ہو چکا ہے کہ اس مناظرہ کو دوسرے مسائل مختلف فیہا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا ، بلکہ یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو فریق مسئلہ غیب سے باہر جائیگا اس کی مسلّم شکست مانی جائے گی ۔ (ملاحظہ ہو شرط نمبر ۱ و ۲)

الحمد للہ یہ اقراری شکست تو ہمارے حریف کو پہلے ہی روز سے ہو رہی ہے ۔ اور خدا کا فضل ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب کی کوئی تقریر ابھی تک ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں آپ نے مسئلہ علم غیب سے باہر جانے کی کوشش نہ کی ہو ۔ الا ماشاء اللہ ۔ بہرحال کل بمشکل تمام ساری جماعت کے مجبور کرنے سے ہمارے مخاطب نے بھی مسئلہ علم غیب کو چھوا ہے اوّلاً بڑے زور شور سے تین حدیثیں پیش کیں ۔ جن کے جواب بحمد اللہ ایسے کافی اور شافی دیئے ہیں کہ مولوی صاحب کو اس کے جواب میں ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہوگی ۔

اس کے بعد آپ نے چلتے وقت ایک آیت بھی پڑھی تھی ۔ اس کے متعلق بھی میرا پہلا سوال یہی ہے جس کا جواب نہ ابھی تک آپ نے دیا ہے اور نہ انشاء اللہ آپ دے سکیں گے ۔ یعنی یہ بتلائیے کہ یہ آیت کریمہ کس زمانے

---

[1] اس آیت سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جو امور دین سے متعلق تھے اور تم ان کو نہیں جانتے تھے ہم نے وہ بتلا دیئے ۔ یا یہ کہ اگلے لوگوں کی جو خبریں تم کو معلوم نہ تھیں وہ ہم نے بتلا دیں ۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۱۱۲

میں نازل ہوئی ہے ؟ اگر جناب کو معلوم نہ ہو تو دس منٹ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سیدھی بات کہہ دیں کہ مجھ کو معلوم نہیں پھر میں انشاء اللہ عرض کر دوں گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : (ایک خطبۂ طولانی کے بعد) حاضرین ! آپنے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے پاس نہ ہمارے سوالوں کا جواب ہے نہ ہماری دلیلوں کا۔ میں نے تین حدیثیں پیش کیں۔ ہمارے مخاطب صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ نص قطعی نہیں۔ اب جب میں نے نص قطعی بھی پیش کر دیا اور ایک کرّاسا کھڑا کر دیا تو اب مولوی صاحب اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں صاحب یہ بتا دو کہ یہ آیت کب نازل ہوئی ہے مولوی صاحب یہاں علم غیب پر مناظرہ ہے اس پر نہیں ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ " کب نازل ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپنے جو اس تقریر میں اپنی خاص طرز میں میرے متعلق ایک نہایت گندہ جملہ استعمال کیا ہے اس سے قرآن عزیز کی بھی سخت توہین ہوئی ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خدا توفیق دے تو آپ کو اس سے توبہ کر لینی چاہیئے۔ میں اس کی شرح کر کے مسلمانوں کو سمجھانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ یہ آپ کی دولت آپ ہی کو مبارک۔

اس کے بعد میں آپ کی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بحمداللہ ! کل اور پرسوں کی بحث میں یہ بات تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ کسی آیت یا حدیث کے متعلق یہ تحقیق و تدقیق کہ وہ کب نازل ہوئی ؟ کیوں نازل ہوئی ؟ مفسرین اور محدثین نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے یہ سب ہمارے ہی حصہ میں آیا ہے۔ ہماری حریف جماعت اس نعمت سے محروم ہے۔

آپ تو کیا چیز ہیں میں آپ کی جماعت کے محدث مولوی رحم الٰہی صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ جو آیت یا حدیث پیش کی جاوے وہ اس کا زمانۂ نزول و شان نزول بتلا ئیں یا میں بتلاتا ہوں۔ چلئے آج شانِ تحدیث

لہ یہ ہے رضاخانیوں کا ایمان اور ان کی حیا سوز تہذیب ! آیات قرآنی کے ساتھ بھی یہ گستاخیاں۔ اسی ناپاک زبان سے کہا جاتا ہے کہ حضرات دیوبند معاذ اللہ توہین کرتے ہیں۔ انصاف ! انصاف !! اے اہل انصاف !!! انصاف !!! الحساب یوم الحساب۔

ہی کا امتحان سہی۔ (اس کو سن کر جب مولوی رحم الٰہی صاحب سرنگوں ہو گئے تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا) لیجئے اب میں بتلاتا ہوں کہ۔ یہ آیت سنہ ۴ھ کی ہے (درمنثور) اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ آپ کا دعوٰے محض اکیاسی روز پیشتر کا ہے۔ اس سے پہلے آپ خود اس علم محیط کے قائل نہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"اللہ تعالےٰ نے سکھلا دیا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے"

اگر آپ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ کُل سکھا دیا۔ تو میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ خود اس کے قائل کیوں نہیں۔ جب آیت کریمہ آپ کے نزدیک کل کو ثابت کرتی ہے تو پھر آپ کو محدود کرنے کا کیا حق ہے ؟

ہم پر تو یہ افتراء کہ معاذ اللہ علم نبوی گھٹانے کے لئے آیات کے معنی بدلتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ بقول خود آیت کریمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ ثابت کرے اور آپ محض ابتداءِ آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ کا علم محیط مانیں جو اس کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ کہئے ! کس نے علم گھٹایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کون اقراری وہابی بنا ؟ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اگر کہا جائے کہ آیت کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ جن علوم کثیرہ کی تعلیم اللہ تعالےٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب تھی وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیئے گئے تو وہ ہمارا عین مذہب ہے لہذا ہمارے مخالف نہیں اور آپ کو مفید نہیں کیوں کہ آپ کا دعوٰے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداءِ آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم تفصیلی محیط حاصل تھا۔ اور اس کا اس آیت کریمہ میں پتہ نشان بھی نہیں۔ بہرکیف آپ کی یہ دلیل دعوٰے پر منطبق نہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر آپ کے نزدیک یہی الفاظ اس علم محیط کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اپنی جدت پسند طبیعت سے کفار دشمنانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ علم غیب نہ ثابت

کرنے لگیں۔ کیوں کہ یہی الفاظ قرآن عزیز میں ان کے حق میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ سورۃ الانعام میں یہود کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ " وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا اٰباؤکم " اور سکھلا دیا گیا تم کو جو نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے " (الانعام ۶ ع ۱۹)

تو کیا اب آپ ان دشمنان رسول کے لئے بھی یہ علم محیط مانیں گے۔ پھر تو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش کیا۔ اگرچہ مجھ کو ابھی اس آیت کریمہ کے متعلق بہت کچھ عرض کرنا ہے۔ کیوں کہ یہ آپ کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی مایۂ ناز دلیل ہے۔ لیکن سر دست اسی قدر پر اکتفاء کرتا ہوں۔

اس کے بعد ساتویں آیت اور پڑھتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ جمیع ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم نہیں عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالےٰ۔

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ الآیۃ (الانعام ۶ ع ۵۹)	اسی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں خود حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مفاتح الغیب خمس لا یعلمھا الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ رواہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالےٰ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی (اپنے علم سے) نازل کرتا ہے بارش کو اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور کسی کو خبر نہیں کہ میں کل کیا کروں گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مروں گا۔ اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے۔ روایت کیا اس کو امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہ پانچ چیزیں مراد ہیں۔ اب حضور ؐ کے ارشاد کے مطابق آیت کریمہ کا یہ مطلب ہوگیا۔

" اللہ تعالےٰ ہی کے علم میں ہیں یہ پانچوں چیزیں، اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا "

اصول تفسیر میں یہ مسئلہ طے ہوچکا ہے کہ اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوجائے تو اس کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر مسموع نہ ہوگی۔ اور جو تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرادی جائے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں صحابہ رضؓ کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے کلام سے دیکھا جائے گا۔ پس اگر اس کی تفسیر کسی صحابی رضؓ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کے مقابلہ میں غیر صحابی کی تفسیر قابل اعتبار نہ ہوگی۔

الحمدللہ کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوگیا۔ اور صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے بھی۔ چنانچہ سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفاتح الغیب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ھن خمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ ویُنزل الغیث الایۃ (درمنثور)	مفاتح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں جو لقمان کی آیت میں مذکور ہیں۔ (درمنثور)

اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بھی الفاظ ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن دانی میں صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں جس طرح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک امتیاز حاصل ہے۔ ان کو قرآن دانی کی سند خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے ملی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول خذوا القرآن من اربعۃ	میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے حاصل کرو (علم) قرآن ان چار سے عبداللہ

من عبد اللہ ابن مسعود وسالم و معاذ و ابی بن کعب۔

بن مسعود سے اور سالم اور معاذ اور ابی بن کعب سے۔

نیز اسی بخاری شریف میں خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ فرمان موجود ہے۔

واللہ الذی لا الہ غیرہ ما انزلت سورۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم این انزلت ولا آیۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم فیما انزلت ولو اعلم احدا اعلم منی بکتاب اللہ تبلغنیہ الابل لرکبت الیہ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہیں نازل ہوئی کوئی سورۃ قرآن عزیز کی مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے۔ اور نہیں نازل ہوئی کوئی آیت قرآنی مگر مجھ کو علم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر میں سمجھتا کسی کو اپنے سے زیادہ قرآن دان اور پہنچا سکے مجھ کو وہاں تک اونٹ تو البتہ میں سوار ہی ہو کر اس کے پاس پہنچتا۔

حاضرین کو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو قرآن عزیز کی تفسیر میں کس درجہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

پس جب اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ ابن عباس و حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ثابت ہو گئی۔ تو اب کسی مدعی اسلام کو سرتابی کی گنجائش نہیں۔

من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر قد تبین الرشد من الغی۔

حق آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہو چکا۔ اب جس کا جی چاہے سرکار ابد قرار آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اور صحابہ رضہ کا سچا تبع بن کر نجات ابدی حاصل کرے۔ اور جس کا جی چاہے آنکھیں بند کر کے جہنم کا راستہ لے۔ اللہ کی حجت تمام ہو چکی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے مقابلہ میں ہر ایک کی تفسیر ٹھکرا دی جائے گی۔ میں اس کی تحریر لینا چاہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر

سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ اسی کی میں تحریر بھی دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد اس مضمون کی تحریر بھی دے دی گئی۔

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب! آپ توبہ کیجئے آپ نے یہ صریح کلمۂ کفر کہا ہے۔ اے صاحب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تو خدا کی تفسیر بھی ہے آپ اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ اور جب آپ تفسیر کو ٹھوکر ماریں گے تو کیا قرآن شریف میں ٹھوکر نہیں لگے گی۔ قرآن شریف بھی تو تفسیر میں لکھا ہوا ہوتا ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کلمۂ کفر ہے تجھ کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب صاحب اس تفسیر کو بھی سینہ سے لگائیں گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی۔ یاللعجب! زبانی محبت کا دعوٰے تو ایسا لمبا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

میرے محترم آپ کی شریعت میں یہ کلمہ، کلمۂ کفر ہوگا ہمارے نزدیک تو یہ عین ایمان ہے۔ قرآن عزیز فرماتا ہے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما ۔(النسآء ۶۵)	یہ لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہیں جب تک آپ کے فیصلہ کے ساتھ سر تسلیم خم نہ کریں۔ اور دل و زبان سے آپ کے منقاد و مطیع نہ ہوں۔

ایک آیت کے معنی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیئے تو اب اگر کوئی شخص اس کے خلاف معنی بیان کرے تو ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان کو ہرگز تسلیم نہ کرے بلکہ ٹھکرا دے۔ ہاں یہ ایک ہی کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے سوا خدا کی تفسیر بھی ہے۔ مہربان من! آپ کے نزدیک خدا اور

خدا کے رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیریں دو دو ہوں گی۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے وہی خدا کی ہے۔ قرآن عزیز نے ببانگ دہل فرمادیا۔

" وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی "

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جناب کا یہ فرمانا کہ " جب تفسیر میں ٹھوکر ماری جائے گی تو قرآن شریف میں بھی ٹھوکر لگے گی " آپ کی علمیت پر بھی کافی روشنی ڈالتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک ان کا غذ اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے۔

مہربان من! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ (دیکھو حواشی جلالین شریف وغیرہ) اور اس کا نہ ماننا ہی اس کو ٹھکرا دینا ہے۔ ٹھکرا دینے سے جوتی کی ٹھوکر مراد لینا آپ کی خوش فہمی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے قول کو حدیث صحیح کے مخالف پاؤ تو اس کو دیوار پر مار دو۔ تو شاید جناب تو اپنی خوش فہمی سے یہی سمجھیں گے کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہوگا جس کو دیوار پر پھینک دیا جائے گا ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسکے بعد گزارش ہے کہ میں نے جناب کی دلیل پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات سے سبکدوش ہو جئے۔ اور اگر ان اعتراضات کا لاجواب ہونا جناب کو بھی تسلیم ہو تو پھر دوسری دلیل پیش کیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب : لیجئے اب آپ کی دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے جو ابھی آیت پڑھی ہے اس میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ حضور کو ان پانچوں چیزوں کا علم بعطاء خداوندی حاصل تھا مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا و ابوبکر و عمر و عثمان	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہم

وعثمان فرجف بهم فضرب برجله فقال اثبت احد فانما عليك نبي وصديق وشهيدان ۔

ایک روز اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے وہ ہیبت سے لرزنے لگا۔ حضرت نے ایک ٹھوکر ماری اور کہا رک جا۔ کیوں کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اگر آپ کو آئندہ کے واقعات کا علم بعطاءِ الٰہی بھی نہیں تھا تو پھر آپ نے حضرت عمر رضؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی شہادت کی خبر کیسے دے دی۔ اسی مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن سهل ابن سعد رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر لاعطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه الحديث ۔

یعنی حضور نے غزوۂ خیبر کے روز یہ فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا الخ

دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضور کل کی ہونے والی باتوں کو بھی جانتے تھے۔

نیز ایک آیت پیش کر چکا ہوں اور دوسری اب سنئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وما هو على الغيب بضنين ۔

اور نہیں ہیں وہ غیب پر بخیل۔

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں۔ پیارے مسلمانو! جب جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود علم غیب نہ ہوگا وہ دوسروں کو غیب کی باتیں کیا بتلائیں گے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی معلوم ہو گیا کہ حضور کو علم غیب[1] تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات گرامی! میں نے اپنے فاضل مخاطب سے

---

[1] اس آیت کریمہ سے علم محیط ثابت کرنا محض نادانی ہے۔ اس کا مطلب تو ظرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتیں ہم بذریعہ وحی تعلیم فرماتے ہیں وہ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر مدارک میں ہے۔ وما محمد على الوحي ببخيل ..... ولا يكتم شيئا مما اوحي اليه ۱۲

عرض کیا تھا کہ آپ کی پیش کردہ دلیل پر میں نے جو تین اعتراض کئے تھے اگر ہو سکے تو ان کے جوابات دیجئے اور اگر ان کا لاجواب ہونا آپ کو بھی تسلیم ہو تو دوسری پیش کیجئے۔ الحمد للہ کہ ہمارے مخاطب صاحب نے ان کا لاجواب ہونا خود ہی تسلیم کر لیا۔ اور اس استدلال سے ایسی دست برداری دی کہ قسم کھانے کو بھی کسی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ پس حاضرین اس سے اندازہ کر لیں کہ ہمارے مخالفین کے دلائل کتنے زبردست ہیں۔ اور یہ اس دلیل کا حال ہے جس پر مولوی نعیم الدین صاحب کو ناز ہے ع

بس قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اب میں مولوی صاحب کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں اگر ہو سکے تو نمبر وار جواب دیجئے۔

۱ : اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں " میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اس سے کل مغیبات مراد ہیں یا بعض۔ اگر کل مراد ہیں تو آپ خود کیوں کل مغیبات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں مانتے اور کیوں حضور کے علم کو محدود کرتے ہیں۔ اور اگر بعض مراد ہیں تو ہمارے مخالف نہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کو ہمارے سامنے پیش کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

۲ : آپ کا دعوٰے یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کے کل واقعات جزئیہ و کلیہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اور اس آیت کریمہ میں نہ ابتداء آفرینش کا ذکر ہے نہ دخول جنت و دوزخ کا لہذا دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔

۳ : آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے محض اکیاسی روز پیشتر عطا فرمایا گیا اور یہ آیت کریمہ ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس بارہ سال سے بھی زیادہ دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ پس اگر اس آیت کریمہ سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو ہجرت سے پہلے بھی ماننا پڑے گا۔ اور اس کے آپ خود بھی قائل نہیں۔

اس وقت انہی تین اعتراضوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کچھ توجہ فرمائی تو پھر انشاء اللہ العزیز ثابت کروں گا کہ یہی آیت کریمہ اس کو بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز وہ علم غیب نہیں تھا جس

کے آپ حضرات قائل ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ بجائے جواب دینے کے اپنے استدلال ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ نے خلاف عادت میری پیش کردہ دلیل کی طرف بھی توجہ فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ عطائی کی۔ اور ان پانچوں چیزوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے خداوندی حاصل تھا۔

الحمد للہ کہ یہ جناب کو بھی تسلیم ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان پانچوں چیزوں کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ اب ہمارا، آپ کا یہ نزاع رہا کہ آپ کے نزدیک محض علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔

قرآن عزیز نے مومن کی یہ شان بتلائی ہے کہ وہ اپنے سارے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائے۔ اس لئے بس ہم بھی اپنے اس نزاع کا فیصلہ آقائے نامدار مدینہ کے تاجدار کے دربار سے کرائیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس عالی دربار کے ناطق فیصلہ کے بعد اگر ذرا بھی چون وچرا کی گئی تو بس ٹھکانا جہنم میں ہے۔ سنئے۔ درمنثور میں ہے۔

اخرج سعید بن منصور و احمد و البخاری فی الادب عن ربعی بن حراش رضی اللہ تعالی عنہ قال حدثنی رجل من بنی عامر انہ قال یا رسول اللہ ھل بقی من العلم شیء لا تعلمہ قال لقد علمنی اللہ خیرا وان من العلم مالا یعلمہ الا اللہ الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ

درمنثور ج ۵ ص ۱۶۹

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرت ربعی بن حراش رح سے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بہت کچھ خیر سکھایا اور بہ تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا " وہی پانچ چیزیں ہیں (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بطور استشہاد سورہ لقمان کی وہی آیت پڑھی

ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الآیۃ)۔

کہنے کیا اس روایت کے بعد بھی کسی باایمان کو گنجائش رہتی ہے کہ وہ کہے کہ محض علم ذاتی کی نفی کی ہے عطائی کی نہیں۔ بحمداللہ اس حدیث شریف نے صاف بتلا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس آیت کریمہ سے علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔ لیکن آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب "الکلمۃ العلیا" میں لکھتے ہیں کہ "اس آیت سے علم عطائی کی نفی نکالنا ظلم ہے"

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم تھے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رض۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ظالم تھیں کیوں کہ انہوں نے بھی ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی کی ہے۔

کہاں ہیں حضرات علماء دیوبند اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رح کو برا کہنے والے آئیں۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب کی اس دریدہ دہنی کو ملاحظہ فرمائیں کیسے کیسے جلیل القدر صحابی رض حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم کا مرتکب بتا رہے ہیں۔ افسوس آج انہیں مولوی نعیم الدین صاحب کو کہا جاتا ہے استاذ العلماء، فقیہ الہند اور چناں اور چنیں ؎

کار شیطاں میکند ناشں دلی
گر دلی ایں است لعنت بر دلی

؎ اس لئے کہ سائل کا سوال علم عطائی ہی کے متعلق تھا۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔ اور حضور کے متعلق علم ذاتی کا اعتقاد کسی مسلمان بالخصوص صحابی رض کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ رضاخانی روئداد میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس حدیث میں علم عطائی کی نفی ہے۔ مگر بایں ہمہ آیت کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ اس میں صرف ذاتی کی نفی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہ روئداد نویس صاحب کی بدحواسی نہیں تو اور کیا ہے ۱۲

جبلِ اُحد اور غزوۂ خیبر کی جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے جزوی علم ثابت ہوتا ہے[1]۔ ہم کو اس سے انکار نہیں۔ ہمارا دعوٰے یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم کلی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ یہ حدیثیں اس کے مخالف نہیں۔ الحمدللہ کہ جو دلیل آپ نے پیش کی تھی اس کا بھی شافی جواب ہو گیا اور میری دلیل کے متعلق جو گمراہ فشانی فرمائی تھی اس کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں سے جز ثابت ہوتا ہے کل ثابت نہیں ہوتا (۳۱)۔ بتلایئے جز کسے کہتے ہیں۔ (۳۲)۔ اور کل کی کیا تعریف ہے۔ (۳۳)۔ کل اور جز میں کون سی نسبت ہے۔ آپ نے میری دلیل پر اعتراض کیا تھا کہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔ (۳۴)۔ بتلایئے دلیل کسے کہتے ہیں۔ (۳۵)۔ دعوٰے کسے کہتے ہیں۔ (۳۶) اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ آپ بار بار مغیبات مغیبات بولتے ہیں۔ (۳۷) بتلایئے یہ کیا لفظ ہے مَغیبات یا مُغیبات۔ (۳۸) اور کیا صیغہ ہے۔ (۳۹) اور اس میں کیا تعلیل ہوئی ہے۔ ؟

ہمارے تیس سوال آپ پر پہلے سوار ہیں اور نو[9] یہ ہوئے۔ اب پہلے آپ ان انتالیس[39] سبال قاہرہ کو اپنے سر سے اتار دیجئے اس کے بعد علم غیب پر دلیلیں پیش کیجئے۔

صاحبو! میں علم غیب پر دو آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری اور پیش کرتا ہوں۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ	خدا عالم الغیب ہے نہیں اطلاع دیتا اپنے غیب پر کسی
احدًا الا من ارتضی من رسول۔	کو مگر جس کو پسند کرلے اپنے رسول سے[2]

---

[1] اور بعینہٖ یہی جواب ان روایات کا ہے جو ان پانچوں چیزوں کا علم ثابت کرنے کے لئے رضاخانی روئداد میں جابجا مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائی گئی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا یا حضرت فاطمہ زہرا رضہ کے یہاں فرزند کے تولد کی خبر دینا۔ یا حسنین رضہ کی قتل گاہیں دکھانا۔ یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش کی خبر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض ان تمام روایات کا جواب اسی قدر کافی ہے کہ ان سے صرف جزئیات کا علم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ہمارا دعوٰی صرف یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں کا علم کلی کسی کو نہیں دیا گیا۔ خوب سمجھ لو۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جب حضور بھی پسندیدہ رسول ہیں تو پھر ان کو بھی اطلاع دی ہوگی۔ لہذا آپ عالم الغیب ہوئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی تحریر سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہوں۔ ہمارے فاضل مخالف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اب انہی مولوی نعیم الدین صاحب کا دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو جس کا نشانہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل الآیۃ پر کلام فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"اس سے استدلال نہ کیا جائے کیوں کہ اس قسم کے انکار سوء ادب پر محمول ہوتے ہیں"

اور چونکہ یہ انکار تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے تو مولوی نعیم الدین صاحب کی اس عبارت کے مطابق معاذ اللہ کل انبیاء علیہم السلام بے ادب اور گستاخ ہوئے۔

ہمارے بعض بھولے بھالے بھائی کہا کرتے ہیں کہ علماء دیوبند کی عبارتوں میں کچھ بے ادبی اور گستاخی تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے یہاں غیب سے وہی غیوب مراد ہیں جن کو رسالت سے کچھ تعلق ہو۔ تفسیر ابوالسعود جو بعض حیثیات سے تفاسیر اہلسنت میں بہترین تفسیر ہے۔ اس میں ہے ای رسولا ارتضاہ للاطلاع علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالۃ ..... تعلقا تاما ..... اما لکونہا مبادی رسالۃ ..... او لکونہا ارکانہا و احکامہا و اما ما لا یتعلق بہا علی احد الوجہین من الغیوب التی من جملتہا وقت قیام الساعۃ فلا یظہر علیہا احدا ابدا۔

یعنی ان غیوب پر پسندیدہ رسول کو اطلاع دیتا ہے جو اس کی رسالت سے پورا پورا تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ اس طور پر کہ وہ معجزہ ہونے کی حیثیت سے رسالت کے موقوف علیہ ہوں۔ یا اس طور پر کہ وہ رسالت کے احکام و ارکان میں سے ہوں۔ اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو۔ جیسے قیامت کا وقت خاص۔ پس اس پر کبھی کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ ۱۲

ہوگی ہی۔ آخر مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے موافقین نے بلاوجہ تو ان کو بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہیں ہوگا۔ کیا وہ اپنی اس اٹکل سے یہاں بھی کام لیں گے۔ اور یہاں بھی یہی کہیں گے کہ صاحب انبیاء علیہم السلام نے کچھ نہ کچھ تو بے ادبی اور گستاخی کی ہی ہوگی تو بلا وجہ مولوی نعیم الدین نے بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہ ہو گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالم۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ بتائے اس سے کیا بعید ہے کہ حضور کے غلاموں کو کافر، مرتد بتائے۔ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان جس پر دوسروں کی تکفیر کی جارہی ہے۔ مولوی صاحب دیکھا! کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔

آپ نے شمار بڑھانے کے لئے جو تیسری دلیل پیش کی ہے اس پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱: اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کل غیب پر برگزیدہ رسول کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تو آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع دی جاتی ہے جیسا کہ تفسیر مدارک و معالم التنزیل و ابوالسعود وغیرہ میں لکھا ہے تو ہمارے مخالف نہیں۔

۲: آیت کریمہ میں ابتدائے آفرینش اور دخول جنت و دوزخ کا ذکر نہیں۔ اور وہ آپ کے دعوٰی میں داخل ہے۔

۳: آیت کریمہ میں اکیاسی یا بیاسی روز کا کچھ پتہ نشان نہیں بلکہ یہ آیت بھی مکی ہے لہذا آپ کے عقیدہ سے محض بے تعلق ہے۔

آپ دلیلوں کی شمار بڑھا کر میری نقل اتارنا چاہتے ہیں۔ مہربان من! علمی باتوں کی نقل کے لئے بھی کچھ علم کی ضرورت ہے۔ کار بوزینہ نیست بخاری سے

وللزنبور والبازی جمیعا لدی الطیران اجنحۃ وخفق

ولکن بین ما یصطادہ باز ومایصطادہ الزنبور فرق

آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کل اور جز کی کیا تعریف ہے اور اس میں کیا نسبت ہے۔ دلیل اور دعوے کی کیا تعریف ہے اور ان میں کیا فرق ہے یہ لفظ مغیبات ہے یا مغیبات۔ یہ سوالات کسی مناظر کے سامنے

پیش کرنے کے نہیں کسی طالب علم سے دریافت کیجئے گا۔ اور اگر اس وقت جواب لینے کا شوق ہے تو بحمد اللہ اس وقت بھی وہ طلبہ موجود ہیں جو آپ کے ان سوالات کے جوابات دینے کی اور اسی قسم کے دو چار سوال آپ سے بھی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو ظہر کی دیر کے لئے انہی کو کھڑا کر دیا جائے۔ اور اگر مجھ سے ہی دریافت کرنا ہے تو مناظر کی حیثیت سے نہیں طالب علم کی حیثیت سے سوالات کیجئے اور جوابات لیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب: آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ چھ سوال میں نے منطق کے کئے تھے۔ مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دے سکے اور یہ فرماتے ہیں کہ طالب علم بن کر سوال کرو۔ ارے مولوی صاحب! آپ ہمیں شاگرد بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کے بڑوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاگرد بنایا ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے[1] کہ حضور کو اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھ کر آگئی۔ (۴۰) بتایئے کہ جو شخص حضور کو دیوبندیوں کا شاگرد بتائے اس نے حضور کی توہین کی یا نہیں؟ اور وہ کافر ہوا یا نہیں[2]؟

انتالیس سوال ہمارے پہلے تھے اور ایک یہ ہوا۔ آپ ان چالیس سوالوں کا جواب دیجئے۔ حاضرین! اب ہمارے مخاطب صاحب کا اسٹاک تو خالی ہو گیا۔ اب مجھ سے دلیلیں سنئے۔ میں علم غیب پر تین دلیلیں پیش کر چکا ہوں چوتھی یہ ہے۔

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب — نہیں ہے اللہ اس واسطے کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر

---

[1] یہ حضرت مرحوم پر افترا محض ہے جس کی جزا رضاخانیوں کو انشاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں اور حشر کے بعد جہنم میں ملے گی اور اگر کسی احمق نے یہ مضمون اس خواب سے تراشا ہو جو براہین کے صفحہ پر درج ہے تو یہ اس کی حماقت ہے جس سے حضرت مولانا بری ہیں اول تو اس کے اور اس کے مضمون سے کوئی نسبت نہیں۔ دوسرے یہ کہ عالم رؤیا پر اس عالم کے احکام جاری کرنا اصول شریعت سے ناواقفی ہے۔ بعض حضرات اولیاء کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب اللہ تبارک وتعالیٰ کو مجسم دیکھا ہے۔ ان پر کیا فتوے ہوگا۔ مزید تفصیل اور رضاخانیوں کے اس بہتان کا دندان شکن و دنداں دوز جواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی کتاب "سیف یمانی" میں ملاحظہ ہو ۱۲

[2] بیشک کافر بلکہ اکفر ہے لیکن یہ تو فرمایئے کہ بریلی کے پاگل خانہ کے سوا ایسی بکواس کرنے والا کہیں ملے گا بھی یا نہیں؟ ۱۲

ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء — لیکن وہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے[1]۔

پانچویں دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔ " خلق الانسان علمہ البیان "

معالم التنزیل میں ہے۔

ای خلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم و علمہ البیان ما کان وما یکون۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ کہ ہو چکا اور جو کچھ کہ ہوگا اس سب کا علم ان کو عطا فرمایا[2]۔

اس تقریر پر جلسہ برخاست ہو گیا۔ اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ مسنونہ) حاضرین کرام! اس مبارک جلسہ کا یہ آخری اجلاس ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ایسا موقع نہ ملے لہذا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس وقت انتہائی توجہ سے کام لیں اور یہ تمیز کریں کہ کس کے ہاتھ میں قرآن عزیز ہے احادیث نبویہ کس کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ صحابہ رض و تابعین و دیگر سلف صالحین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ نام کی دلیلیں تو ہر باطل سے باطل فرقہ کے پاس ہوتی ہیں۔ لیکن قابل قبول دلیل وہی ہوتی ہے جو عقل و نقل کی کسوٹی پہ کسنے کے بعد اس قابل ثابت ہو۔ آپ حضرات مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت

---

[1] اس سے علم محیط ثابت کرنا محض جہالت ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ ولکن اللہ تعالی یجتبی من رسلہ من یشاء فیخبرہ ببعض المغیبات ، ص ۶۴ - یعنی اللہ تعالےٰ برگزیدہ رسولوں کو بعض غیوب کی خبر دیتا ہے۔

[2] یہ تفسیر نہایت مرجوح ہے۔ چنانچہ صاحب معالم نے بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور خازن نے بلفظ " قیل " اس کو تعبیر کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ اس کی واضح تفسیر وہ ہے جو جلالین شریف میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے جنس انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو گویائی دی۔

تک ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر نام نہاد دلیلیں پیش کی ہیں بحمداللہ ان کے کئی کئی جوابات دیئے گئے ہیں جن پر ہمارے فاضل مخاطب صاحب کو ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہو گی اور خاکسار نے اہلسنت کی طرف سے جوادلۂ قاہرہ پیش کئے ہیں بفضلہٖ تعالےٰ ہمارے فاضل مخاطب قسم کھانے کو بھی ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

میں نے آیت کریمہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ پیش کی اور تفسیر مدارک سے اس کے معنی بیان کئے۔ وہ بحمداللہ لاجواب رہی۔ بعد ازاں میں نے

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔

پیش کی اور اس کی تفسیر حضرت خواجہ مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے یہ بیان کی کہ ہمیں دلوں کا حال معلوم نہیں۔ وہ بحمداللہ اس وقت تک لاجواب ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک لاجواب رہے گی۔ ان کے علاوہ میں نے چار آیتیں کل اور بھی پیش کی تھیں وہ بھی بحمداللہ اس وقت تک لاجواب ہیں۔ آج ساتویں آیت صبح پیش کی تو ہمارے مخاطب صاحب نے بڑی جرأت کر کے فرمایا کہ اس میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ الحمدللہ کہ میں نے خود آنحضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کر دیا کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔ اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اقوال سے بھی اس کا ثبوت دیا جس کے جواب میں ہمارے مخاطب صاحب ایک حرف بھی نہ کہہ سکے۔ صبح آخری تقریر میں آپ نے شمار بڑھانے کے لئے دو دلیلیں پیش کی تھیں۔ جن میں سے پہلی کا بعینہٖ وہی مضمون ہے جو آپ کی تیسری دلیل کا تھا۔ لہٰذا جو تین اعتراض خاکسار نے اس پر وارد کئے تھے وہ یہاں بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے ان اعتراضات کے جوابات دے کر اس دلیل کو اپنے دعوے پر منطبق کیجئے بغیر اس کے ان آیات کریمہ کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی شخص علم غیب کے ثبوت میں قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سنا دے۔

علیٰ ہذا آپ کی پانچویں دلیل بھی دعوے پر منطبق نہیں۔ کیوں کہ اگر اس تفسیر کو دوسرے ملتزم الصحۃ، مفسرین کی تفسیروں کے مقابلہ میں صحیح اور راجح بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے تعلیم فرمادیا جو کہ ہوچکا اور جو کہ ہوگا۔ لہذا یہاں بھی وہی سوال وارد ہوگا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو تمہارے بھی مخالف۔ اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محال عقلی وشرعی۔ اور اگر بعض مراد ہے یعنی وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہٖ ہمارا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کریمہ بھی مکی ہے لہذا اگر بفرض اس سے یہ علم محیط ثابت ہو تو ہجرت سے بھی پہلے ماننا پڑے گا اور آپ وفات شریف سے محض اکیاسی روز قبل مانتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہی دو تین اعتراض بحمداللہ آپ کی ساری دلیلوں کا خاتمہ کردینے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی دلیل میں کچھ نبض باقی ہو تو فرمائیے تاکہ کچھ اور عرض کردیا جائے۔ اس کے بعد اب آٹھویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں

یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ الایۃ (احزاب۔ رکوع ۸)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے (وقت) خاص (کے) بارہ میں فرمادیجئے۔ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

اسی آیت کے تحت میں تفسیر جلالین شریف میں ہے انت لا تعلمھا یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ نویں دلیل سنئے۔

وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون (زخرف پارہ ۲۵۔ رکوع ۶)

بس اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

تفسیر جامع البیان میں ہے۔ وعندہ علم الساعۃ لا عند غیرہ یعنی اسی کے پاس ہے علم قیامت نہ اس کے غیر کے پاس۔ (ص ۴۰۸)

دسویں دلیل ملاحظہ ہو۔

الیہ یرد علم الساعۃ (الایۃ) (حم السجدہ: ۴۱ = ۴۷)

اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت (کے وقت) کا علم۔

اس آیت کے تحت میں علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔ لا یعلمہ غیرہ "اس کے سوا اس

کو کوئی نہیں جانتا " (ص ۳۹۸)

معلوم ہوا جناب کو کہ اہلسنت کے خزانۂ عامرہ میں ابھی کیسے کیسے اُدلّۂ قاہرہ ہیں۔ ذرا جواب دینے کی تو ہمت کیجئے۔ ابھی تو دس ہی آیتیں پیش کی گئی ہیں اگر آپ نے ہمت کی اور وقت ملا تو انشاء اللہ چالیس آیات کریمہ سے آپ کے اس خانہ ساز عقیدہ کی حقیقت داشگاف کی جائے گی۔

صبح آپ نے جزء کل، دعوٰی ودلیل کی تعریفات دریافت کرکے اپنی منطق دانی پر بھی کافی روشنی ڈالی تھی جس کی داد اگر آپ ہمت کرتے تو طلبہ ہی سے اچھی ملتی۔ لیکن خیر آپ کی منطق دانی تو ان سوالات ہی سے معلوم ہوگئی اب میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جس کو کچھ معمولی سا تعلق منطق سے بھی ہے۔ آپ سے تو سوال سمجھنے کی بھی امید نہیں۔ لہذا مولوی رحم الٰہی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جواب مرحمت فرمائیں لیکن جواب سے پہلے درؤ کی بشرط لاشئ اور لابشرط شئ والی بحث کو بھی یاد کرلیں۔

سوال یہ ہے کہ آیت کریمہ " فلا یظھر علٰی غیبہ احدا الایۃ" و آیت کریمہ " ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب الایۃ " میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص اور بہر تقدیر استثناء متصل ہے یا منقطع ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب کے علاوہ اگر کوئی اور صاحب بھی جواب دینے کا شوق رکھتے ہوں تو ان کو بھی اجازت ہے۔

جناب نے صبح کی تقریر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم مغفور پر ایک بہتان یہ گھڑا تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علماء دیوبند کا شاگرد بتایا ہے۔ یہ آپ کا جیتا جاگتا افترا ہے۔

اگر میں ایسی ہی حیا داری پر اتر آؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خدائے قدوس کو اپنا شاگرد بتایا ہے۔ آپ کو خدا کا خوف کرنا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ میرے سوالات چالیس ہوچکے ہیں مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ ارے مولوی صاحب آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ کیا آپ کو گنگوہی، تھانوی صاحبان کی محبت حضور سے زیادہ ہے ؟ آپ کہتے ہیں

کہ حشمت علی نے ہماری دلیلوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اب میں آپ کی سب دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے " وما علمناہ الشعر " پڑھی تھی اس کا میں نے کل ہی جواب دے دیا تھا کہ "یہاں شعر سے شعر منطقی مراد ہے اور علم سے ملکہ مراد ہے "

"یوم یجمع اللہ الرسل " کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا وہ تو انبیاء علیہم السلام بطور ادب کے انکار فرمائیں گے۔ ورنہ ان کو علم تو ظاہر و باطن دونوں کا ہے۔ باقی جو آیات آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پڑھی ہیں ان سب میں علم ذاتی کی نفی ہے۔

اب لیجئے مجھ سے دلیلیں۔ سنئے قرآن شریف میں ہے۔

" لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا " (بقرہ ۱۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنی امت کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ پس جب تک آپ کو علم نہ ہوگا شہادت کیسے دے سکتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ حضور کو امت کے تمام اعمال کی خبر رہتی ہے۔ اور سنئے ! قرآن شریف میں ہے۔

ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئ	یہ کتاب کوئی گھڑی ہوئی کتاب نہیں۔ اس میں اگلی کتابوں تصدیق اور ہر شئ کی تفصیل ہے[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے تو آپ کو بھی ہر چیز کا علم ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب قبلہ مدظلہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ ارے مولوی صاحب وہ تو ہمارے استاد ہیں۔ میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے وہ تو آپ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ مولوی صاحب آپ کا خصم تو میں ہوں آپ کو ان سے کیا واسطہ۔ بتلائیے عام کسے کہتے ہیں، خاص کی کیا تعریف ہے۔ اور ان میں کون

---

[1] مفسرین اہلسنت نے اس آیت کے تحت میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں " کل شئ " سے وہی چیزیں مراد ہیں جن کا علم دینی حیثیت سے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین شریف ص ۳۱۶ پر ہے " کل شئ یحتاج الیہ فی الدین " یہی مضمون تفسیر جامع البیان۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں بھی موجود ہے ۱۲

سی نسبت ہے۔ ؟

حاضرین! آپ یاد رکھیں میرے سوالات تینتالیس[۴۳] ہو چکے۔ مولوی صاحب نے کسی کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین جلسہ ! میرے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں بھی اپنے اندر ایک نفس رکھتا ہوں۔ مولوی صاحب کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی میری عنایت ہے کہ میں نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی پیرانہ سالی پر رحم کر کے آپ کو ان کی بجائے قبول کر لیا ہے۔ ورنہ درحقیقت میں مولوی رحم الٰہی صاحب کا خصم تھا اور آج سے تقریباً چار ماہ قبل تین روز برابر درد میں مولوی رحم الٰہی صاحب کا خصم رہا ہوں اور اب آپ کا خصم ہوں۔ یہاں آپ سے مناظرہ محض دل میں کرتا ہوں اور وہاں مولوی رحم الٰہی صاحب سے رات میں بھی کیا کرتا تھا۔ خود مولوی صاحب موصوف اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔ لیکن واللہ میں اس سوقیانہ طرز گفتگو کو ہرگز اپنی شان کے شایان نہیں سمجھتا۔ یہ بازاری باتیں آپ ہی کو مبارک۔ لہذا میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے حافظ شیرازی رح کی زبان میں وہی عرض کروں گا ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اس کے بعد جناب کی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پہلی آیت سے بقول آپ کے محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے۔ حاضرین خود فرمائیں کہ اس کو ہمارے مخاطب صاحب کے دعوے سے کیا تعلق ہے۔ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کا سمندر کے قطرہ قطرہ کا۔ درختوں کے پتہ پتہ کا۔ دریاؤں کی مچھلی، مینڈک۔ اور زمین کے ہر ایک کیڑے مکوڑے کی ہر حرکت وسکون کا۔ حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی[۸۱] روز قبل عطا فرما دیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت کی اطلاع کسی طریقہ سے ہوتی ہے۔ پھر یہ بات جداگانہ ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

معزز حاضرین ! غور فرمائیں کہ ہمارے فاضل مخاطب اس وقت کیسی صحیح الحواسی سے کام لے رہے ہیں۔

دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ قرآن شریف کے بارے میں تفصیلا لکل شئ فرمایا گیا ہے

اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱ : اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو، یا اعلیٰ، دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں آپ محض ان اشیاء کا علم مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر آخرت تک عالم وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ لہذا اس صورت میں یہ آیت آپ کے بھی مخالف ہوگی۔

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کے بارہ میں تفصیلا لکل شئ فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ انعام میں ارشاد ہے۔

" ولقد اتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیء الایۃ " (الانعام ۶ ، ۱۵۴)

پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ علوم قرآن وعلوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن شریف میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام کے برابر ہو زیادہ نہ ہو۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ جناب نے جو میرے ادلّہ پر گہرافشانی فرمائی ہے اس کے متعلق بھی اختصار کے ساتھ کچھ عرض کردوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شعر سے مراد بس شعر منطقی ہے اور علم سے مراد محض ملکہ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ غلط اور محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما اس کی غلطی پر شاہد ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت حسن بصری رح روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اس طرح شعر پڑھ رہے تھے

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یہ شعر اس طرح ہے۔

کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا

لیکن حضور نے پھر اسی طرح پڑھنا۔ (علی مافی الدر المنثور)

یہ دیکھ کر صدیق اکبر رض و فاروق اعظم رضنے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ خود فرماتا ہے " وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ "

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں شعر سے وہی مراد ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملکہ کی نفی نہیں۔ کیوں کہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے نہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

آپ فرماتے ہیں کہ " یوم یجمع اللہ الرسل الایۃ " کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ مہربانم! میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام ہے۔ میں نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا تھا وہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان کردہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ " انما قالوا لا علم لنا الخ " یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالےٰ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ۔ " ہم کو علم نہیں " اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لہذا آپ کا علم ان کے بارہ میں زیادہ نافذ ہوگا الخ۔ اور اس مطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔

" ھو الاصح وھو الذی اختارہ ابن عباس رض "

کہ یہی زیادہ صحیح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رض کا مختار ہے۔"

معلوم ہوا جناب کو کہ وہ مطلب کس عالی ذات کا بیان کردہ ہے؟ مسلمانو! اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رض۔ و فاروق اعظم رض۔ و ابن عباس رض۔ و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی اتباع کا نام ہی نا سمجھی اور گمراہی ہے تو شاہد رہو کہ اس نا سمجھی اور گمراہی کے ہم سو جان سے خریدار ہیں۔ آپ کو آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب مبارک ہوں اور ہم کو یہ حضرات قدسی صفات۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا حشر بھی ان کے غلاموں میں کرے۔

قیامت وغیرہ کے علم متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے آپ ہی کی جرأت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اور صحابہ کرام و تابعین عظام تو ان آیات سے علم عطائی کی نفی فرمائیں جیسا کہ

میں ثابت کر چکا ہوں، اور آپ ان حضرات کے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے۔

اب گیارہویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالےٰ سورۂ مدثر میں فرماتا ہے۔

" وما یعلم جنود ربك الا هو " (المدثر ۷۴، ۳۱)

" اللہ کے لشکروں (کی تعداد) کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا "

بارہویں دلیل ملاحظہ ہو۔

" یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰها فیم انت من ذكرها الی ربك منتهٰها ٥ " (والنّٰزعٰت ۷۹، ۴۲، ۴۳)

مدارک التنزیل میں ہے۔

" الی ربك منتهٰها، منتهی علمها متی تكون لا یعلمها غیره "

یعنی وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات آپ نے سنا! مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضورؐ کو شعر کا علم نہیں تھا۔ میں ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا ؎

انا ابن عبد المطلب انا النبی لا كذب

جب آپ کو شعر کا علم نہ تھا تو حضورؐ نے یہ شعر کیسے پڑھا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضورؐ کو دلوں کا حال معلوم نہیں۔ دیکھئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو اپنے امتیوں کے ایمان کے درجوں کی بھی خبر ہے اور حضورؐ کو معلوم ہے کہ کون کس درجہ کا مخلص ہے۔ بتائیے! شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سچے ہیں، یا ابن عباس رضؓ ؟[1]

---

[1] جس وقت مولوی حشمت علی نے حضرت ابن عباس رضؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات بولے تھے تمام مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آپ کہتے ہیں کہ حضورؐ کو قیامت کا علم نہیں تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح لکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضورؐ کو حاصل تھا۔ بتلایئے آپ کی مانیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب کی۔ ہاں آپ تو کہہ ہی چکے ہیں۔ کہ حضورؐ کی تفسیر کے مقابلہ میں ساری تفسیریں ٹھکرادی جائیں گی۔ لہٰذا شاہ صاحب کی اس تفسیر کو بھی ٹھکرا دیجئے مولوی صاحب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔

میں مسلمانوں کے سنانے کے لئے ایک اور آیت پڑھتا ہوں۔

" ونزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شیء " (النحل ۱۶، ۸۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا واضح بیان ہے[1] لہٰذا حضورؐ ہر چیز کے عالم ہوئے آپ بار بار کہتے ہیں کہ دنیا کی باتوں کا علم حضورؐ کی شان کے مناسب نہیں۔ ارے صاحب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ان چیزوں کا علم اللہ کے لئے بھی مناسب ہے یا نہیں ؟ یا آپ کے نزدیک اللہ کو بھی ان باتوں کا علم نہیں۔ مولوی صاحب میرے سوالات پچاسؔ کے قریب ہو چکے ہیں اب جلسہ ختم ہونے کو ہے خدا کیواسطے کسی کا تو جواب دیجئے۔ پھر ہم اور آپ کہاں ملیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) برادران ملت ! یہ میری آخری تقریر ہے۔ سب سے پہلے میں شعر گوئی کے اس بہتان عظیم کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نص قطعی کی مخالفت کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس بہتان نے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوگئے تھے بلکہ بہت سے رضاخانیوں کو بھی سخت ناگواری ہوئی تھی۔ مگر خود مولوی حشمت علی پر کوئی اثر نہ تھا اور باوجود حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تذکیر کے آخر وقت تک مولوی حشمت علی نے ان الفاظ سے توبہ نہ کی۔ اللہ برا کرے اس ضد اور ہٹ کا کہ یہ انسان کو راہ حق سے دور لے جاتی ہے ۱۲

[1] یہاں بھی وہی اشیاء مراد ہیں جن کی احتیاج دینی معاملات میں ہوتی ہے۔ مدارک میں ہے۔ تبیانا لکل شئ من امور الدین۔ جلالین ص ۲۲۲ میں ہے یحتاج الناس الیہ من امور الشریعۃ وکذا فی جامع البیان ص ۲۲۳۔ اور ابن کثیر تفسیر کبیر میں ہے ۱۲

مذہب مقدس کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اب آپ سے سبق حاصل کرکے دنیا بھر کے کفار کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے اگر انہوں نے یہ فصیح و بلیغ قرآن بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

مولوی صاحب! یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا سے اب حامیانِ اسلام اٹھ گئے اس گئی گزری حالت میں بھی دین الٰہی کے ایسے خادم موجود ہیں جو دانا دشمنوں کی ان چیرہ دستیوں سے مذہب مقدس کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنے ہاتھ میں تلوار نہیں تو منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

سنئے۔ بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے۔ اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری شرح بخاری وغیرہ۔ نیز عام مفسرین نے بھی اسی آیت کے تحت میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بو بھی نہ رہے۔ اور مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ علیٰ[1] انہ علیہ السلام فتح الباء فی کذب وخفض الباء فی المطلب۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کرکے ہم مسلمانوں کا جو دل دکھایا ہے اس کا انتقام ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں حضور تو عام صحابہ رضہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"من اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذا اللہ فیوشك ان یاخذه اللہ"

یعنی جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو دبوچ لے"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح پر آپ کا یہ افترا ہے کہ وہ خلاف قرآن وحدیث قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ صاحب رح نے

---

[1] یعنی رسول علیہ السلام نے کَذِبَ کی با کو زبر پڑھا اور مطلب کی با کو زیر پڑھا۔ جس سے کلام غیر موزوں ہوگیا ۱۲

تصریح فرمائی ہے کہ۔ قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔[1]

اس کے بعد میں آپ کی اس نئی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس پر بھی میرے وہی تین اعتراض ہیں جو اس سے پہلی تقریر میں عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ اگر کل اشیاء مراد ہیں تو آپ کے بھی مخالف اور اگر وہ اشیاء مراد ہیں جو دین سے متعلق اور شان نبوی کے مناسب ہوں جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے تو وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ نیز یہ کہ قرآن عزیز میں توریت کے متعلق بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لہذا آپ کی تقریر کی بنا پر لازم آئے گا کہ علوم توریت و علوم قرآن مساوی ہوں و نیز علوم محمدی و علوم موسوی بالکل برابر ہوں۔ پہلے ان کے جوابات سے سبکدوشی حاصل کیجئے اس کے بعد استدلال کا نام لیجئے۔

حاضرین ! اس وقت تک کی بحث سے بحمد اللہ یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہمارے مخالفین کے پاس کمزور سے کمزور بھی کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ان کا دعوٰے ثابت ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ اتماماً للحجۃ میں نمبروار ان آیات کا صحیح صحیح مطلب بحوالہ تفاسیر بیان کرتا ہوا اس وقت تک ہمارے مخاطب صاحب نے تلاوت فرمائی ہیں۔ لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے اس کو اس وقت نظر انداز کرتا ہوں[2]۔ ہاں مولوی صاحب کے اس مغالطہ کو رفع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ۔

"جو علوم اللہ تبارک و تعالٰے کی شان کے مناسب ہوں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر مناسب کیسے ہو سکتے ہیں ؟"

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی پارہ تبارک ص ۳۶ و پارہ عم یتساءلون۔ سورۂ والنازعات ص ۳۷، ۳۶

[2] ہم نے حاشیہ پر اختصار کے ساتھ مفسرین کی عبارتیں درج کر دی ہیں جن سے مولوی حشمت علی کی پیش کردہ آیتوں کا صحیح مطلب معلوم ہوتا ہے۔ پوری تفصیل ہمارے ناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب "بوارق الغیب" حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

مہربانم ! مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا یہی تو وہ خام خیال ہے جس نے بہت سوں کو دہریہ ، اور بہت سوں کو مشرک بنا دیا ۔ قرآن عزیز نے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے صاف ارشاد فرمایا۔ لیس کمثلہ شئ ۔ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ۔ لہذا اس پر کسی کو قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے ۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ، اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک اور کفر ۔ ماننا اور جاننا اللہ تعالےٰ کے لئے مناسب اور سزاوار ، اور مخلوق کے لئے ہرگز سزاوار نہیں ۔ اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو مار ڈالے تو قانون رائج الوقت کی رو سے پھانسی کا مستحق ہے ۔ انسان کو ہر حال میں ہر جگہ دیکھنا اللہ تعالےٰ کے لئے سزاوار ہے اور انسان کے لئے ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ وہ دوسرے اپنے ہم جنسوں کو خاص خاص حالتوں میں دیکھے ۔ الغرض جو چیز اللہ تبارک وتعالےٰ کے لئے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ مخلوق کے لئے بھی مناسب ہو ۔ آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ۔

" خداوند تعالےٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی شخص ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے "

تو کیا اب آپ ان اعلیٰ حضرت سے بھی یہی سوال کریں گے ؟

اس کے بعد اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔ بارہ آیات کریمہ تلاوت کر چکا ہوں جن کے جواب نہ ہو سکنے کا داغ ہمارے مخاطب صاحب اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی پیشانی پر ہے اور انشاء اللہ رہے گا ۔

تیرہویں آیت سنئے ۔

قال اللہ تعالیٰ ورسلا قد قصصنا ھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک ۔ (نساء ۔ ع ۲۳)

اور بھیجے ہم نے بہت سے رسول جن کو ہم نے تم پر اب سے پہلے بیان کر دیا ہے اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا ۔

اس آیت کریمہ نے صاف بتلا دیا کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا ۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ اس آیت کریمہ کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں ۔

" بعث اللہ نبیا من الحبش وھو ممن لم یقل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم "

(تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۴۰)

یعنی اللہ تعالےٰ نے ایک حبشی نبی کو مبعوث فرمایا تھا اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی "

کہاں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے، آئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ یہ وقت ان کے امتحان کا ہے۔ آج دیکھنا ہے کہ کس کو قرآن عزیز اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کبار و اہلبیت اطہار کی محبت ہے۔ اور کس کو فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی۔ ایک طرف قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور اہلبیت کرام وصحابہ عظام ہیں اور ایک طرف مولوی احمد رضا خان صاحب کے خیالات واہیہ۔

چودھویں آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ (النمل ۲۷ = ۶۵)

فرما دیجئے کہ نہیں جانتا اس غیب کو کوئی آسمان یا زمین کا رہنے والا۔ (یعنی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی انسان کما فی الجلالین) مگر اللہ ہی جانتا ہے۔ اور نہیں جانتے وہ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔

"وسئلوہ عن وقت قیام الساعۃ فنزل قل لا یعلم الایۃ"

یعنی لوگوں نے حضور سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ آیت میں غیب سے مراد غیب خاص یعنی قیامت وغیرہ ہے۔ الغرض اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم نہ کسی فرشتہ کو عطا فرمایا گیا نہ کسی انسان کو۔

پندرھویں آیت ملاحظہ ہو۔

لہ کما نص علیہ الحافظ ابن کثیر تحت قولہ تعالیٰ۔ ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا الایۃ۔ ج ۲۔ ص ۳۳۰۔

فان تولوا فقل اذنتکم علی سواء وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون ۔

(سورۃ انبیاء ۲۱۔ رکوع آخر)

پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

ای ھو واقع لا محالۃ ولکن لا علم لی بقربہ ولا ببعدہ ۔ ج ۶ ص ۳۱۲۔

یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بُعد کی خبر نہیں "

مسلمانو! یہ پندرہ صاف صریح آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم محیط حاصل نہیں تھا جس کی مدعی ہماری حریف جماعت ہے۔ اگرچہ ان نصوص قرآنیہ کے بعد کسی تائید کی بھی حاجت نہیں رہتی لیکن میں مزید اتمام حجت کے لئے دو چار ایسی حدیثیں بھی سنا دینا چاہتا ہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آخری زمانے کی ہیں۔

بخاری شریف میں ہے۔

عن زید بن ارقم الخ یعنی حضرت زید بن ارقم رض فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی منافق کو سنا وہ یہ بک رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ خرچ مت کرو۔ اور یہ بک رہا تھا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو عزت دار زیادہ ہوگا وہ ذلیلوں کو نکال دے گا۔ پس میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا۔ انہوں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھا لی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید بن ارقم رض کی تکذیب کر دی۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ کبھی مدت العمر میں ایسا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ پس میں شرم کے مارے اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ پس اللہ تعالیٰ

نے سورۂ منافقوں کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں پس حضور ؐ نے مجھ کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرما دی "

(بخاری شریف کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۲۸)

اور نسائی شریف میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا۔ اور وہ ۹ھ میں ہوا ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ ۱۰ھ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے لئے سفر فرمایا اور مکہ معظمہ پہنچ کر اپنے صحابہ رض سے ارشاد فرمایا۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت لما سق الھدی "

" اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہو گئی ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا "

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

" اگر من پیش ازیں می دانستم کہ برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمے کردم و من نے دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود "

یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا "

(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۳۲۸)

یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ بھی اسی سفر میں عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تین ماہ اس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔

وفات شریف سے ایک ماہ قبل کی روایت بحوالہ مسلم شریف، میں کل پیش کر چکا ہوں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم قیامت کی نفی فرمائی ہے۔ اور بحوالہ مسلم و بخاری حدیث جبرئیل بھی میں کل پیش کر چکا ہوں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت وغیرہ پانچوں چیزوں کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ اور ابن مندہ کی روایت سے یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ وہ حدیث آخر عمر شریف کی ہے۔ نیز خاص مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا چند مرتبہ نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ فرمانا اور ہر مرتبہ غشی کا طاری ہو جانا اور مسجد شریف میں تشریف نہ لے جا سکنا۔ (دیکھو بخاری و مسلم) اس کی کھلی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط عمر شریف کے آخری روز تک بھی عنایت نہیں فرمایا گیا۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال میں کوئی کمی بھی نہیں آتی۔ جس طرح خالق، رازق، محی و ممیت نہ ہونے سے کچھ شان محمدی ﷺ میں نقصان نہیں آتا۔

حاضرین کرام! یہ احادیث شریفہ محض بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس قسم کی احادیث شمار کی جائیں تو سینکڑوں کی تعداد میں نکلیں گی۔[1] حدیث اور قرآن کے ان فیصلوں کے بعد اب میں اپنے مخالفین کو دعوت دیتا ہوں تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم آؤ ہم اس نزاع کا فیصلہ اہلسنت کی مسلمہ کتب عقائد سے کریں۔ شرح عقائد نسفی جو عام طور پر مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر ہے۔

الاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیة فقد قال اللہ تعالی منهم من قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص علیك ولا یومن فی ذکر العدد ان یدخل فیهم من لیس منهم ..... اویخرج منهم من هو فیهم..... یعنی ان خبر الواحد .....لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادیات خصوصا اذا.... کان	بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ اقتصار کیا جائے کسی عدد پر نام لینے میں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان میں سے ہم نے بعض کو تم سے بیان کر دیا ہے اور بعض کو بیان نہیں کیا اور کسی عدد کے ذکر کرنے میں خوف ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام خارج ہو جائیں یا غیر نبی سلسلۂ انبیاء میں داخل ہو جائیں ..... مطلب یہ ہے کہ خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تو محض ظن کی مفید ہوتی ہے۔ اور اعتقادیات

---

[1] یہ تمام احادیث "بوارق الغیب" حصہ اول میں درج ہیں۔ ۱۲

القول بموجبه يفضى الى مخالفة ظاهر الكتاب وهو ان بعض الانبياء لم يذكر للنبى عليه الصلوة والسلام انتهى

میں ظن معتبر نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کے مضمون کا قائل ہونا ظاہر کتاب اللہ کی مخالفت تک پہنچتا ہو اور وہ (ظاہر قرآن مجید یہ ہے) کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد بطور نمونہ اکابر صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

سارے صوفیاء کے سرتاج سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ابھی آپ حضرات سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی حبشی مبعوث فرمائے تھے اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔" (ملاحظہ ہو درمنثور)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں " روح کی حقیقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔" (ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری شریف کتاب التفسیر)

حضرت شیخ اکبر ابن عربی رح اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ " قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔"

مسلمانو! کیا قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وصحابۂ کبار واہلبیت اطہار رض ومفسرین اعلام ومحدثین عظام وصوفیائے کرام کے ان صاف صاف فیصلوں کے بعد بھی کسی چیز کا انتظار باقی رہتا ہے؟ فبأی حدیث بعده یؤمنون۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وافضل الصلوات واكمل التحيات على خير خلقه ونور عرشه محمد خاتم النبيين قائد الغر المحجلين وعلى اله الطاهرين الطيبين واصحابه الراشدين المهديين وعلى سائر عباد الله الصالحين الى يوم الدين[1]۔

(1 حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مولوی حشمت علی صاحب : سنی بھائیوں کو مبارک ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مناظرہ ان کی فتح پر ختم کیا اور پیارے مصطفیٰ کی امداد سے بغداد والے آقا کی کرامت سے ان کے دشمنوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ سب حضرات نے دیکھ لیا کہ تین روز کی عرق ریزی کے بعد بھی مولوی صاحب اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام نہیں ثابت کرسکے۔ ہاں پیارے مصطفیٰ کا علم عظیم گھٹانے کے لئے مولوی صاحب نے آیتیں بہت سی پڑھ دیں۔ لیجئے اب میں بھی آیتیں پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

ہم نے قرآن شریف میں کوئی چیز نہیں چھوڑی "

اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ "

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ آخری تقریر تقریباً چودہ منٹ جاری رہی تھی۔ اس تقریر کے وقت مجمع کا سماں قابل دید تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دلائل و براہین کا تیز و تند سیلاب ہے جو امنڈ رہا ہے اور علوم و معارف کا ایک ناپیدا کنار سمندر ہے جو موجیں لے رہا ہے سارا مجمع چشم حیرت بنا حضرت مولانا کو دیکھ رہا تھا خود مولوی حشمت علی اس قدر متاثر تھے کہ اس کے بعد پانچ منٹ سے زیادہ نہ بول سکے۔ اور جیسے کچھ بولے ناظرین خود فیصلہ کرسکتے ہیں ان کی آخری تقریر بعینہٖ حاضر ہے۔ مگر اے بے حیائی اور دروغ بیانی تجھ پر اور تیرے دامن میں پناہ لینے والوں پر خدا کی ہزار لعنت۔ تو ہی بے ایمانوں کا سہارا ہے۔ سنبھل کی عام پبلک کو اور کچھ یاد ہو یا نہ ہو مگر مناظرہ کی آخری مجلس کا یہ عجیب سماں جس نے رضاخانیت کی کمر توڑ دی تھی ضرور ہی یاد ہوگا۔ مگر باوجود اس کے رضاخانی روئداد نویس صاحب نے اس موقعہ پر جس قدر شرمناک خیانت سے کام لیا ہے وہ صرف ایسے ہی حیا داروں کا حصہ ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا کی اس طویل عریض تقریر کو مسخ کرکے صرف نو سطر میں لکھا گیا ہے۔ اور مولوی حشمت علی کی اس آخری تقریر کو (جو نہ معلوم بے چارے نے کس پریشانی کی حالت میں صرف پانچ منٹ کی تھی) تقریباً چودہ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ افسوس! جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ کیا سنبھل کی پبلک اس حماقت کی داد دے گی۔ ۱۲

" اور ہر چیز کو ہم نے بیان کر دیا امام مبین قرآن شریف میں "

اور فرماتا ہے۔ وکل شیء فصلنا ہ تفصیلا "

" اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی ہے "

ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے سوال کیا " فیما یختصم الملاء الاعلیٰ " میں نے عرض کیا " لا ادری " پس اللہ تعالےٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان میں رکھا۔ " فتجلی لی کل شیئ و عرفت " اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل حضورؐ کے علم غیب کی ہو سکتی ہے ؟

ارے مولوی صاحب ! آپ رسول پاک کے علم غیب میں کلام کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ آدمی بغیر علم غیب کے مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں ہے یؤمنون بالغیب جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ بتلائیے جب تک غیب کا علم نہ ہوگا اس پر ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے سوالات سنانا چاہتا ہوں سنی بھائی یاد کر لیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست سنا دی) اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس وقت ۴½ بجے تھے۔ چونکہ عصر کا وقت مستحب قریب[1] ختم تھا اس لئے فوراً اہلسنت کے مؤذن

---

[1] ملحوظ رہے کہ یہ زمانہ وسط نومبر کا تھا اور اس وقت آفتاب ۵½ کے قریب غروب ہو جاتا ہے پھر اتنی بڑی جماعت کے وضو کرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہے اہل سنت جس وقت نماز سے فارغ ہوئے ہیں تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا مگر نہ معلوم رضاخانیوں کے لئے یہ مختصر وقت کس قدر ممتد ہو گیا تھا کہ بقول رضاخانی روئداد نویس صاحب کے۔ اسی وقت میں رضاخانیوں کا عظیم الشان جلوس شہر کا گشت کرتا ہوا قیام گاہ پر بھی پہنچ گیا اور اتنے بڑے انبوہ نے باری باری وضو کر کے نماز بھی باجماعت پڑھی۔ اور بعد نماز فتح کا جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں چند شخصوں کی تقریریں بھی ہوئیں اور یہ تمام کاروائی مغرب سے پہلے ہی ختم بھی ہو گئی۔ " جل جلالہ "

بھلا ان حماقت مآب روئداد نویس سے کوئی پوچھے کہ اس وقت کا ہر منٹ ہزار سکنڈ کا تھا یا ہر سکنڈ کتنے منٹ کا؟

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نے اذان پڑھی اور ایک جم غفیر نے حضرت رئیس المناظرین کی اقتدا میں جلسہ گاہ ہی میں فریضۂ عصر باجماعت ادا کیا۔ اور رضاخانیوں نے اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ حیرت افزا کارروائی کی کہ ایک صاحب نے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنے کاندھے پر رکھا اور دوسرے صاحب نے جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کو۔ اور اس طرح شہر کے ایک حصے کی پھیری دیتے ہوئے اپنی قیام گاہ پہنچے اور فریضۂ عصر کو بلا وجہ بالکل یا اس کے وقت مستحب پر ترک کرکے دربار رسالت سے فقد کفر یا منافقی کا خطاب باعتاب پایا اور جن کی حیا نے اور زیادہ ترقی کی انہوں نے شرم مٹانے کے لئے شیرینی وغیرہ بھی بکھیری اور بارگاہ الٰہی و دربار رسالت پناہی سے اس کے صلہ میں " کانوا اخوان الشیاطین " کا لقب پاکر، طوق لعنت اپنی گردن میں ڈالا۔ فلعنۃ اللہ علیہم وعلی اخوانہم یہ منظر بھی قابل دید تھا اور اس نے ہنود سنبھل کے ایک خاص میلے (ہولی) کی یاد تازہ کردی تھی۔ خیریت سے تماشائیوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ سنا گیا ہے کہ بعض مسخرے یہ بھی کہتے جارہے تھے۔

" راون بھیا کی جیت ہے " راون بھیا کی جیت ہے "

اسی دین و دیانت سوز کارروائی پر ناز کرتے ہوئے " سوادِ اعظم " مرادآباد کا صداقت شعار مضمون نگار لکھتا ہے کہ " رضاخانیوں نے اپنے مناظر مولوی حشمت علی صاحب کا زبردست جلوس نکالا اور شیرینی بکھیری اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اور اہلسنت ہزیمت خوردہ جماعت کی طرح جلسہ گاہ ہی میں منہ چھپائے پڑے رہے اور دیر کے بعد نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے "

ہم اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو ہمیشہ اسی کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے بعد اختتام مناظرہ جلسہ گاہ پر ٹھہر کر کیا۔ (یعنی فریضۂ عصر کے بعد اس عظیم الشان فتح پر بدرگاہ خیر الفاتحین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سنبھل کے رضاخانیو! کیا اپنے روزنامہ نویس کی صحت حواسی کی کچھ داد دوگے۔ دیکھو بگڑ تمامت ہم ایک پتہ کی بات کہتے ہیں " کہتے گھاس کھالیا کرتے تو ہر شخص ہی نہ پال لیتا " کو کیسی کہی۔ اب ہمارے ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ بقول روزنامہ نویس اگر رضاخانیوں کے انبوہ نے جلوس کی گشت کے بعد باری باری وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی تو وہ وقت مستحب میں پڑھی یا غیر مستحب میں، دیکھو سچ جھوٹ پر اس طرح غالب آتا ہے " الحق یعلو ولا یعلیٰ "

شکریہ ادا کرکے ولئن شکرتم لازیدنکم " کی نعمتوں سے مالامال ہوئے، اور تم کو اسی کی توفیق دے جو تم نے اس گشت میں کیا۔ (یعنی نماز عصر کو بالکل یا اس کے وقتِ مستحب میں ترک کرکے مستحق لعنت ہوئے اور شبیر نجی وغیرہ پامال کرکے اخوان الشیاطین کا لقب پایا اور خان بریلوی علیہ ماعلیہ کے فتوے سے اس اضاعت مال اور اسراف بے جا کے جرم میں فاسق بنے۔ دیکھو رسالہ تعزیہ داری)۔

اگر اب بھی اپنی اس نام نہاد فتح پر دل سے راضی ہو تو کہو ہماری اس دعا پر آمین! رضاخانیوں کے شیوخ روافض کا اصول یہ ہے کہ جب ان کا مناظر ہار جاتا ہے تو وہ اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ لیکن اس کی دل دہی کے لئے اس کی شکست کو فتح نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہارنے میں مضائقہ نہیں وہ تو حقانیت کی دلیل ہے جیسا کہ امام جعفر صادق رح کے ایک اس قول سے معلوم ہوتا ہے جو شیعوں کی بعض کتابوں میں منقول ہے کاش کہ روافض کے پیشوا بھی اسی قدر پر بس کرتے۔ لیکن ان دشمنانِ صدق وصداقت نے تو یہ کیا کہ اپنے مناظر کی اشک شوئی کے لئے اس شرمناک شکست کو عظیم الشان فتح کا لقب دیا۔ ہم اس روئداد کو یہیں ختم کرتے ہیں اور بغرض تبرک وتکمیل فائدہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کی مشہور کتاب فتوح الغیب شریف سے حضرت کا ایک باطل سوز فرمان نقل کرکے اسی کو اپنی اس روئداد کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اور اس کو اپنے حسن خاتمہ کی نیک فال سمجھتے ہیں۔

آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے فرزندانِ روحانی کو نصیحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

یابنیّ اجعل الکتاب و السنۃ امامك ولا تنظر الی القال و القیل فقد قال اللہ تعالی فی قوم قد ضلوا عن سواء السبیل و رھبانیۃ ابتدعوھا الایۃ

یعنی اے بیٹا! قرآن وحدیث کو اپنا پیشوا اور رہنما بناؤ اور قیل وقال کی طرف ہرگز مت نظر کرو۔ دیکھو اللہ تعالےٰ ایک گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوم کے حق میں فرماتا ہے۔

" وَ رَھبَانِیَۃَ ابْتَدَعُوھَا مَا کَتَبنَاھَا عَلَیْھِمْ الخ "

جو لوگ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے محض زبانی نہیں بلکہ قلبی تعلق رکھتے ہیں وہ حضرت رح کے اس

فرمان سے فیصلہ کرلیں کہ کون جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اور کون بھٹکی ہوئی اور گمراہ ہے۔ ؟

و اخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

تکملہ

ہم دیباچہ میں بتلا چکے ہیں کہ سنبھل کے مناظرہ سے چھ سات مہینے بعد جب کہ صاعقۂ آسمانی کی اشاعت کو بھی کئی مہینے گزر چکے تھے۔ رضا خانیوں نے بھی اس مناظرہ کی ایک نام نہاد روئداد تصنیف کرکے شائع کی تھی اس روئداد میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی حضرات کرسکے جو اس مناظرہ میں خود شریک تھے دوسرے لوگوں کے لئے اس کا فیصلہ سخت مشکل تھا۔ مگر صد ہزار شکر اس رب العزت کا جس نے خود روئداد کے مصنف کے قلم سے اس کا فیصلہ کرا دیا اور ہمیں اس کے لئے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں پڑی۔ وکفی اللہ المؤمنین القتال۔

اقراری ڈگری ع وہ خود کہہ رہے ہیں یہ میری خطا ہے۔

جس وقت یہ روئداد پریس میں چھپ رہی تھی اس دوران میں اس کے مصنف مولوی اجمل علی سنبھلی نے اسی روئداد کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب کو ایک کھلا کارڈ لکھا تھا جو صرف قدرت کی سازگاری سے ہمارے بھی ہاتھ لگ[1] گیا ہم یہاں اس کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں ؎

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

---

[1] یہ خط ہمارے ہاتھ کس طرح آیا اس کی تفصیل " بارقۂ آسمانی " میں لکھی جاچکی ہے۔ ۱۲

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ اس خط کے ساتھ ہمارے حاشیہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں لطف سے خالی نہ ہوگا۔ بریکٹ میں جو توضیحی الفاظ ہوں وہ ہمارے سمجھے جائیں۔

مولوی اجمل علی کا گرفتار شدہ خط

مکرمی جناب مولانا حشمت علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ روئداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی اس میں (یعنی اس روئداد میں جو مولوی حشمت علی صاحب نے لکھ کر سنبھل بھیجی تھی)[1] اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی اہلسنت کی) روئداد سے[2] نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے[3] اور اس میں ان تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے[4]۔ اور ہر مسئلہ کی کافی بحث کر دی گئی ہے[5]۔ اور آخر میں ایک تتمہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر

---

[1] مولوی اجمل علی کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل روئداد مولوی حشمت علی نے مرتب کر کے بھیجی تھی لیکن وہ ناکافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس خبر کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ ۱۲

[2] اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ رضاخانیوں کے پاس اس مناظرہ کی کوئی مکمل یادداشت بھی نہیں تھی۔ اہلسنت کی روئداد کو سامنے رکھ کر بعد میں یہ سوال جواب گھڑے گئے ہیں۔ فللہ الحمد۔ ۱۲

[3] اس خط کشیدہ فقرہ نے فیصلہ کر دیا کہ مناظرہ میں رضاخانیوں کا پہلو کیسا رہا تھا اور روئداد میں کیسا دکھایا گیا ہے۔ دیکھو چور یوں پکڑے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے رضاخانی دوست اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے؟

[4] بے آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حشمت علی پر بالخصوص۔ اور ساری رضاخانی جماعت پر بالعموم احسان کیا ہے کہ اس شرمناک شکست کو فتح بنا دیا مگر کیا کیجئے قسمت بری تھی کہ یہ پراسرار خط دشمنوں کے ہاتھ آگیا۔ جس نے سارا

بل دیا فلہ الحمد و المنۃ۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کر دیا جائے گا۔ آپ کی ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ العالی کے) مواخذات کا بطریقہ دفع دخل معقدر کے خوب جوابات دے دیئے گئے ہیں[۱] آپ دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہوگئی ہے[۲]۔ اب گزارش یہ ہے کہ دو سو جلدیں جناب خریدیں اور تیس[۳۰] روپیہ آپ روانہ فرما دیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرما دیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے[۳] ..... الخ[۴]

"محمد اجمل قادری"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) [۱] رضاخانی صاحبان اس فقرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ رضاخانی روئداد میں جو کافی یا ناکافی بحث ہے وہ مناظرہ کی ہے یا بعد کی تصنیف ع خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اجی حضرت یہ فرمائیے کہ جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب حضرت مولانا کی ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب ہی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

بُت کریں آرزو خدائی کی شان تیری کبریائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روئدادیں سامنے رکھ فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضاخانی دلیلوں پر کی تھیں (جو صاعقہ آسمانی میں مذکور ہیں) کیا ان کا جواب چھ مہینے کی متفقہ کوششوں اور کمیٹیوں کے مشوروں کے بعد بھی رضاخانی روئداد میں ہو چکا؟ ہرگز نہیں! مالک عرش کی قسم اگر ساری رضاخانی دنیا زور لگائے تو مدت العمر بلکہ قیامت تک ان کا جواب نہیں دے سکتی۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ کیا ہے کوئی رضاخانیت کا فرزند جو اب بھی ان گرفتوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہو؟ ہم ہر وقت سننے کے لئے تیار ہیں ۱۲

[۲] کیا مولوی حشمت علی فاضل نوجوان اجمل علی کے اس فقرہ کی داد دیں گے؟

[۳] اجی میاں صاحب اتنا سچ! یہ تو فرمائیے کہ غریبوں کا وہ چندہ کیا ہوا جو روئداد ہی کے بہلنے سے ایک خاصی مقدار میں کیا گیا تھا؟

[۴] اس کے بعد اسی خط میں چند سطریں اور بھی ہیں لیکن چونکہ وہ ہماری غرض سے غیر متعلق ہیں اسلئے ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۲

یہ گرفتار شدہ خط " بارقۂ آسمانی " میں بھی شائع کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مولوی اجمل علی صاحب کو نہایت زبردست چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر ان کو اس خط سے انکار ہو تو وہ حلفیہ بیان شائع کریں مگر " خود کردہ را علاجے نیست " زبان پر ایسی مہر لگی کہ آج تک ایک لفظ بھی نہ نکال سکے۔ اور اپنی چہار سالہ خاموشی سے اس خط پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور آج ۱۳۵۱ھ میں یہ خط گویا مولوی اجمل علی کی تصدیق اور توثیق کے بعد شائع کیا جا رہا ہے اب سنبھل کے مناظرہ کی فتح و شکست اور رضاخانی روئداد کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں رضاخانیوں کے روئداد نویس مولوی اجمل علی کا یہ خط کافی ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک داماں ماہ کنعاں کا

○

یک نہ شد دو شد

جلوۂ یار پکارا بھی دیکھا کیے ؟

ہمارے ناظرین مولوی اجمل علی صاحب کی اس حماقت سے متحیر نہ ہوں۔ خدا کے فضل سے ہم جیسے قدردانوں کے لئے آپ کی زندگی میں ایسے بہت سے دلچسپ لطائف موجود ہیں جو ارباب ظرافت کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہیں چنانچہ آپ کی بوکھلاہٹ کا اس سے زیادہ چمکتا ہوا ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سنبھل کے مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا ایک اشتہار اپنے چند شاگردوں کے نام سے شائع کیا تھا جس میں مولوی حشمت علی صاحب کے کل سوالات کی تعداد پچاس لکھی تھی۔ اور چھ مہینے بعد یہ روئداد تصنیف کر کے شائع کی تو اس میں ان سوالات کی تعداد اس سے تین گنی یعنی ڈیڑھ سو لکھی۔ جل جلالہ۔

پہلی خط والی غلطی کی تو میاں جی یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں کہ وہ ایک پرائیویٹ خط تھا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور تمام راز فاش ہو کر ہماری ساری خفیہ کارروائیوں کا بھانڈا یوں

چوراہے میں پھوٹے گا۔ مگر اس دوسری حماقت کی تو بظاہر کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔ رضاخانی دوستو! کچھ زیادہ افسوس نہ کرو یہ اختلاف بیانی دروغ گوئی کے لوازم میں سے کیا نہیں سنا۔

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

رضاخانی روئداد کے مضامین پر ایک نظر

ان دو شہادتوں کے بعد اگرچہ رضاخانی روئداد کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ مگر ہم اپنے ناظرین کی خاطر ان مضامین پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال دینا چاہتے ہیں جن کا اضافہ اس میں بعد میں کیا گیا ہے یہ اضافہ دو قسم کا ہے ایک یہ کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو ادلۂ قاہرہ اہلسنت کی طرف سے پیش کئے تھے اور جن کا جواب مناظرہ میں برائے نام بھی مولوی حشمت علی صاحب نہ دے سکے تھے۔ اس مصنوعی روئداد میں ان کے جواب دینے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے اور ان آیات و احادیث کی جو تاویلیں اگلے رضاخانیوں نے اپنے رسالوں میں کی تھیں ان سب کو نقل کر کے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ مگر الحمد للہ نتیجہ وہی ہے جو آفتاب پر خاک اڑانے کا ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنی ہر دلیل کے ساتھ استدلال کی تقریر میں مفسرین امت اور شارحین حدیث کے کلام سے ان تمام تاویلات کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی انہی فرسودہ تاویلات کا لکھنا محض اپنی جہالت اور نادانی کا ثبوت دینا ہے۔ البتہ اس بے ایمانی کا کوئی علاج نہیں کہ رضاخانی روئداد نویس صاحب نے مولانا کی تقریروں کو اس قدر مسخ کیا ہے کہ استدلالی تقریر کیسی ایک جگہ بھی پوری نقل نہیں کی۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس بہادر نے یہ بھی کیا ہے کہ حضرت مولانا کی جس دلیل کا کوئی جھوٹا سچا جواب اگلے رضاخانیوں کے رسالوں میں نہ مل سکا تو مرے سے آپ اس کو ہضم ہی کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا کی پیش کردہ آیت نمبر ۱۳۔ و ۱۴۔ و ۱۵۔ کے ذکر سے رضاخانی روئداد یکسر خالی ہے۔ علیٰ ہذا مناظرہ کے آخری اجلاس میں حضرت مولانا نے جو احادیث کریمہ پیش فرمائی تھیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام و مشاہیر اولیاء اللہ کے جو اقوال پیش کئے تھے جنہوں نے رضاخانی عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دی تھیں ان سب کو تو ایسا ہضم

کیا ہے کہ شاید ڈکار بھی نہ لی۔ الغرض رضاخانیوں کے اس مصنوعی روئداد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریریں اپنے حسب منشا گھڑ کے ان کے جواب میں ورق کے ورق سیاہ کئے گئے ہیں۔ پس اگر اسی کا نام جواب ہے تو بے شک ہم کو اعتراف ہے کہ رضاخانی روئداد نویس صاحب نے جواب دے دیا مگر درحقیقت یہ دلائل کا جواب نہیں بلکہ جواب کو جواب ہے۔

رضاخانی دوستو! جائے ماتم ہے کہ چھ مہینے کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد تمہاری برادری کے بڑے بڑے مینجروں اور کمیٹیوں کے مشوروں سے جو روئداد تصنیف کی گئی تھی وہ بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دلائل کا جواب نہ دے سکی۔ تو کیا ہم اب یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

رضاخانیت کا دیوالہ نکل گیا

اگر کسی کو ہماری رائے سے اختلاف ہے تو دنیائے رضاخانیت کو ہمارا چیلنج ہے "اجمعوا شرکاءکم" اگر دم ہو تو میدان میں آئیں اور حضرت مولانا کے ان دلائل کا اب (جب کہ چار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں) جواب دیں۔ کیا ہے کوئی جوان، بوڑھا، ادھیڑ بچہ۔ کہ اپنی برادری کی لاج رکھنے کے لئے میدان میں آئے؟ حاضر شو! حاضر شو!! حاضر شو!!! ۔ خبر شرط است! خبر شرط است۔!! خبر شرط است!!!

دوسرا اہم اضافہ رضاخانیوں کی اس مصنوعی روئداد میں یہ کیا گیا ہے کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب نے پیش کیا تھا (جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دندان شکن جوابات اور لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا) روئداد نویس اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر کچھ مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ ہم اس نئے ثبوت کا جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حشمت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے رضاخانی روئداد سے بجنسہٖ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقعہ ملے۔ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۷۰ پر ہے۔

"اب نویں آیت سناتا ہوں" ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیء "

یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے"

دسویں آیت ملاحظہ ہو "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے"

گیارہویں آیت "وکل شیء احصیناہ فی امام مبین" ہر چیز کو ہم نے قرآن پاک میں بیان کر دیا ہے"

بارہویں آیت "وکل شیء فصلناہ تفصیلا" اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی"

تیرہویں آیت[1] "ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین" یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو۔ اور نہ تر و خشک مگر کتاب مبین میں ہے"

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شئ کا بیان ہے اور حضور ﷺ اس کے عالم تھے لہذا حضور کو ہر شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ما کان وما یکون پر اطلاع حاصل ہو گئی"

چودہویں آیت "ذالك من انباء الغیب نوحیہا الیك" یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں"

پندرہویں آیت "فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ" پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

اب دو حدیثیں بھی تبرکاً اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابو الدرداء رضؓ سے مروی ہے "لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرك طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما"

---

[1] دراصل اضافہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے آیات اور ان کے جوابات تکمیل فائدہ کی خاطر لکھ دیئے گئے ہیں۔ ۱۲

" یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پرفدا[1] ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرما دیا "

۲۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج فطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ما کان وما سیکون "

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوگیا " (صفحہ ۷۶)

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔

الفاظ یہ ہیں " قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم "

---

[1] رضاخانی روئداد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے " پرندا " معلوم ہوا کہ نون کے بجائے ف لکھ دینا یہ تو بےچارے کاتب کی غلطی تھی لیکن ہ کے بجائے " پرندہ " کو الف سے لکھنا یہ جناب فضیلت مآب مولوی اجمل میاں کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر " تفسیر " کی بجائے " طفسیر " لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے ہمارے پاس میاں صاحب کی وہ تحریر محفوظ ہے جس میں آپ نے " تفسیر " کی بجائے " طفسیر " لکھا ہے۔ اور " یعسوب " کو الف سے " یاسوف " لکھنا یہ تو حال ہی کی کرامت ہے۔ جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا رجسٹر دیکھ سکتا ہے اس میں یہ دونوں [illegible] ان کے علاوہ اور بھی رضاخانی روئداد میں ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں صاحب ہی کی کرامت ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ ضمیمہ میں ان کی بھی فہرست شائع کر دی جائے گی۔

"یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرما دیا"

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب "صحابۂ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے"

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے۔ چونکہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقۂ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں اب ہم نمبروار جواب دیتے ہیں بنظرِ انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے "اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا بیان ہے ہر شے کا" اس استدلال پر پہلے تو روئداد نویس صاحب سے چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں۔

۱) اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ دین کی ہو یا دنیا کی، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب، تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض اتنے چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک عالم وجود میں آئیں۔ نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے" (ملخصاً) حالانکہ ذات وصفات الٰہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔ "انباء المصطفیٰ" صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

"اور اہلسنت کے مذہب میں شئے ہر موجود کو کہتے ہیں" اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

کی ذات وصفات بھی موجودات میں سے ہیں بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات وصفات الٰہیہ کا وجود اصلی ہے ۔

نیز "خالص الاعتقاد" میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل اور خارج ۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہوگا ۔ ع

ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۂ انعام میں ارشاد ہے ولقد اٰتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شئ ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئ موعظۃ وتفصیلا لکل شئ پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن وعلوم توریت برابر ہوں اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے ۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو ۔ کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہوگا[1] اور یہ بھی صریح کفر ہے ۔

سردست صرف یہی تین مناظرانہ دار کئے جاتے ہیں ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا ۔ کیوں کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل

---

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل الآیۃ ۱۲

میں ہے -

۱ : تبیانا لکل شیء من امور الدین یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے یحتاج الیہ من امر الشریعۃ ..... (ص ۲۲۲)
یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۲۲ -

۴ : تفسیر تبصیر الرحمٰن میں ہے۔ لکل شیء من المعارف و الاحکام و اخبار الماضیین - یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے -

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لکل شئ یتعلق بامور الدین یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے -

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیانا لکل شئ یحتاج الیہ من الامر والنہی والحلال و الحرام و الحدود والاحکام - (ص ۱۷۷)۔
یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا حدود اور احکام کا -

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال المعانی (تبیانا لکل شیء) یعنی من امور الدین (ص ۲۶۲ ج ۲)
یعنی قرآن پاک میں سب دینی باتوں کا بیان ہے -

۸ : تفسیر بیضاوی شریف میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲ - ج ۱)
یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے -

۹ : تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) یتعلق بامور الدین (ص ۳۶۴ - ج ۶)
یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت

طویل ہوگئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ - ج ۵ -

اب ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صدہا تفاسیر سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الٰہی کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے اور ہمارے آقا، و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہیں، عالم ہی نہیں بلکہ معلّم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الٰہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وعظم وشرف وکرم۔

ہاں یہ رضاخانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی مکھیاں مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مچھر مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، پسو اور کیڑے مکوڑوں کے موت وحیات و دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ مچھلی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہسٹری اور حالات زندگی بتلائے گا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ "نہ چھوڑی ہم نے کتاب میں کوئی چیز" اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اوّل تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے، تاوقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے۔ اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے۔ (سوالات کے اعادہ کی حاجت نہیں، ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ "کتاب" سے لوح محفوظ مراد لی ہے

اور بعض نے قرآن پاک ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ تفسیر جلالین۔ ص ۱۱۳۔ وتفسیر جامع البیان ص ۱۱۳ ۔ وتفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۶ ۔ وتفسیر تبصیر الرحمٰن ص ۲۱۰ ۔ وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے آیا وہ جو ہمارے دوست رضاخانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتیٰ کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے)۔

یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الٰہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول ہیں معارف کا بیان ہے، حقائق کا تبیان ہے) ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

" او الکتاب القران و قولہ من شیء ای من شیء یحتاجون الیہ الا (مدارک ص ۱۸۶)

یعنی اس آیت میں " یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابو السعود میں ہے۔ ای ما ترکنا فی القران شیئا من الاشیاء المہمۃ۔ (ص ۱۶۹ ج)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی"

تفسیر کبیر میں ہے۔ قولہ "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" یجب ان یکون مخصوصا ببیان الاشیاء التی یجب معرفتہا والاحاطۃ بہا "

" یعنی اس آیت کریمہ میں جو شئے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جا سکتا بلکہ) اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو۔ اور جن کا علم لابدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی "

ہم یہاں بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے "ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کردی"

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اٹل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے ہیں اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا۔ (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمالیں) رہا اس کا صحیح مطلب تو اس کو ہم چند معتبر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱: تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ (وکل شئ) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلا) ص ۲۲۹ یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کردی"

۲: تفسیر جامع البیان میں ہے۔ (وکل شئ) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلا) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کردی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے"

۳: تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارک ص ۳۵۸۔

۴: تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ (وکل شئ) تفتقرون الیہ فی المعاش و المعاد (ص ۴۰۶ - ج ۶)۔ یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کردی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں ضرورت ہے"

۵: تفسیر کبیر میں ہے۔ وکل شئ فصلناہ تفصیلا ای کل شئ یحکم الیہ حاجۃ الخ (ص ۳۷۰-ج ۵) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کردی جن کی تمکو ضرورت ہے"

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز

انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کردی گئی ہیں نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کی سوانح عمری ہو جیسا کہ ہمارے رضاخانی دوستوں کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

آیت کریمہ نمبر۳ (وکل شئ احصیناہ فی امام مبین)۔ نمبر۴ یعنی (ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین)۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کردینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ وکعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو "انباء المصطفی" ص ۳، سطر ۲۱، ۲۲۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والاشان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ؏

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر۶ و نمبر۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمالیں۔ کہ ان کو کہاں تک رضاخانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے حبیب (دردمندان محبت کے طبیب) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں"

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے "پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل وعریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت وسکون کا، حتی کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمادیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی، یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سُبْحَانَ اللہ! واہ رے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہوکر اب ہم ان احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضاخانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت لقد ترکنا رسول اللہ صلعم الحدیث کے متعلق سردست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوے سے خاص ہے اور دعوے عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے "پس میں جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہ ہوچکا اور جو کچھ کہ ہوگا" لہذا یہاں وہی سوال وارد ہوگا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض؟ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوے سے عام ہے (جیسا کہ رضاخانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے "الکلمۃ العلیا" میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف ہے اور آپ کے دعوے سے متخلف ہوگی۔

اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہوگا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا۔ اور آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ صرف وفات شریف سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا، صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جاسکتیں۔ راویوں کی جمع وتعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب افسوس! کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت (قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث) جس کا اضافہ اس رضاخانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وعظ میں رضاخانیوں کا تمام ماکان[1] ومایکون بتلا دیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جوا یوں کھیلا جاتا ہے۔ فلاں وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں، فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا جو کا یہ نرخ ہوگا، ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو، بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے بلکہ بعثت کی غرض دین الٰہی کی تعلیم تھی لہذا اس حدیث کا وہی مطلب[2] ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلّم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔

" ای مما یتعلق بالدین ای کلیاته "

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کی تمام وہ باتیں بیان فرمادیں جو دین سے متعلق تھیں اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی " الحمدللہ کہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضاخانی دم نہیں مار سکتے۔ فللّٰہ الحجۃ السامیہ۔

رہی شرح زرقانی کی عبارت " اصحابه صلعم جازمون باطلاعه علی الغیب " اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہوسکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا البعض غیب مراد ہوں گے۔ اور اس صورت میں یہ مثبت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب " نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے " الحمدللہ! کہ روئداد نویس صاحب نے جس قدر

---

[1] یہ اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ رضاخانیوں کا ماکان ومایکون بھی دنیا سے نرالا ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جائے گی۔

[2] اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۲۰ پر کیا گیا ہے۔

ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح "ھباءً منثورًا" ہوگیا

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۔

○